ایک نئے تعلیمی انقلاب کی

برج کورس کے تعلیمی تجربے پر ایک مفصل رپورٹ

ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

ایک نئے تعلیمی انقلاب کی

برج کورس کے تعلیمی تجربے پر ایک مفصل رپورٹ

ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

ایک نئے تعلیمی انقلاب کی دستک

ایک نئے تعلیمی انقلاب کی

دستک

ڈاکٹر محمد غطریف شہباز ندوی

مرکز برائے فروغ تعلیم وثقافت مسلمانان ہند
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ-۲۰۲۰۰۲

سالِ اشاعت ۲۰۱۵ء

نام کتاب: ایک نئے تعلیمی انقلاب کی دستک

برج کورس برائے فارغین دینی مدارس

برج کورس	:	بڑھتے قدم (تعارف، مقاصد اور کامیابیاں)
ناشر	:	مرکز برائے فروغِ تعلیم وثقافت مسلمانان ہند
تحریر	:	ڈاکٹر محمد غطریف (شہباز ندوی)
اشاعت	:	۲۰۱۵ء
صفحات	:	56 فل اسکیپ سائز
قیمت	:	

ناشر

مرکز برائے فروغِ تعلیم وثقافت مسلمانان ہند

مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ۔۲۰۲۰۰۲

بسم الله الرحمن الرحيم

''ملک بھر میں پھیلے ہوئے مختلف مکاتب اور مسالک فکر کے علماء کے شفاف انتخاب کے ذریعہ انہیں ساری انسانیت کے لیے مفید ترین بنانا برج کورس کا بنیادی مقصد ہے۔اس ایک سالہ کورس کا مقصد بیدار مغز اور خداترس علماء کی ایک ایسی نسل تیار کرنا ہے جو انگریزی زبان پر قدرت کاملہ کے ساتھ عہد جدید کے مسائل سے پوری طرح آگاہ ہو، انگریزی زبان، انفارمیشن ٹکنالوجی، سماجی وعمرانی علوم کے ساتھ ساتھ فکر ونظر کے طریقوں اور غور وفکر کے عصری تقاضوں سے واقف ہو''۔

فہرست

☆ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً (الفرقان: ۳۰)
☆ ماضی میں مسلم تعلیمی روایت کے اہم خصائص
☆ فکر ونظر کی کامل آزادی
☆ اختلاف فکر ونظر
☆ عدم تقلید جامد
☆ عدم ثنویت
اور دین ودنیا کی عدم ثنویت
☆ اس تعلیمی روایت نے تاریخ انسانی میں کیا رول ادا کیا؟
☆ اس روایت میں زوال کیوں کر آیا؟
☆ عالم اسلام کی موجودہ تعلیمی صورت حال
☆ موجودہ دور میں ماضی کی تعلیمی روایت کو اختیار کرنے کی ضرورت
☆ برج کورس طویل مدتی ہدف: امت کے لیے رجال کار کا اعداد
☆ برج کورس کا مختصر مدتی ہدف
☆ برج کورس کا تعارف، مقصد اور طریقہ کار
☆ برج کورس: تفصیلی نصاب کی بعض جھلکیاں
☆ المدرسہ لٹریری اینڈ کلچرل سوسائٹی
☆ برج کورس کی پیش رفت کا جائزہ
☆ طلباء وطالبات کے تأثرات
☆ علماء ودانشور کیا کہتے ہیں

☆ اساتذہ کے تاثرات

☆ طالبات کے بلند عزاء

برج کورس کی بعض خاص کامیابیاں

☆ برج کورس روزناموں کی بعض جھلکیوں میں

☆ راشد شاز ایسسکو سفیر برائے مکالمہ بین الثقافات والحضارات کے اعزاز سے سرفراز کئے گئے

☆ وائس چانسلر صاحب کی توقعات

☆ برج کورس میں میرا علمی سفر (طلباء کی مختصر روداد یں)

☆ اعتراضات کی حقیقت اوران کا جائزہ: طلباء کی زبانی

☆ مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی نیک خواہشات

☆ کانفرنس، ''امت مسلمہ کا بحران'' مخالفتوں کے طوفان سے گزرتے ہوئے

☆ تجاویز و مشورے

☆ حواشی و حوالہ جات

يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِیْ اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً

(الفرقان : ۳۰)

قرآن مجید سراپا غور وفکر پر ابھارنے والی کتاب ہے، عقل اوراس کے متعلقات (تدبر، تفکر، نظر، بصروغیرہ) جیسے الفاظ کا استعمال قرآن مجید میں کوئی سات سو(700) بار ہوا ہے جبکہ فقہی مسائل واحکام سے متعلقہ آیات بعض علماء کے نزدیک صرف 500 اور بعضوں کے نزدیک اس سے بھی کم ہیں۔ پھر قرآن کریم جس غور وفکر اور تدبر وتفکر پر ابھارتا ہے اس میں آیات احکام کے علاوہ انفس وآفاق اور کتابِ کائنات میں غور وفکر بھی ضرور شامل ہے۔ قرن اول میں کتاب الٰہی پر اسی غور وفکر کا نتیجہ تھا کہ مسلم دنیا میں اُس تعلیمی روایت کا آغاز ہوا جس میں طالب علم کو آفاق وانفس میں غور وفکر پر ابھارا جاتا تھا۔ اسی غور وفکر کا یہ بھی نتیجہ تھا کہ نزول قرآن کے بعد تھوڑی ہی مدت میں انسانی تہذیب مسلمانوں میں جاری تسخیر واکتشاف کی غلغلہ انگیزیوں سے گونج اٹھی ۔اکتشافی تہذیب کے اس قافلہ نے فارس وہند، یونان وروم کی قدیم تہذیبوں کی کل جمع پونجی کا تحلیل وتجزیہ کرڈالا۔ عالم اسلام کا وسیع خطہ اکتشافی تمدن کی ضوفشانیوں سے جگمگا اٹھا۔ ہر طرف حرفت وزراعت ،صنعت وتجارت، سفر وسیاحت اور ریسرچ وتحقیق کی سرشاریاں چھا گئیں۔ ہر طرف مدارس، دارالعلوم، رصدگاہیں، لائبریریاں، بیمارستانات ، شفاخانے، تعلیم وتعلم کے حلقے، بحث وتحقیق ،ترجمہ وتصنیف اورتالیف کے ادارے وجود میں آگئے۔ عالم اسلام میں بہت سی باہمی جنگیں ہوئیں، سیاسی، کلامی، مسلکی وفقہی نزاعات ہوئے، حکومتیں تقسیم ہوگئیں مگر اکتشاف وارتقاء کا سلسلہ پھر بھی جاری رہا۔

مسلم تعلیمی روایت: جب ہم اسلامی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی صدیوں میں مسلم تعلیمی روایت چار اہم اجزاء پر مبنی تھی:

فکر ونظر کی کامل آزادی ،اختلاف فکر ونظر،عدم تقلید جامد،اوردین ودنیا کی عدم ثنویت ۔ذیل میں مختصراً ان چاروں نکات پر روشنی ڈالتے ہیں:

فکر ونظر کی کامل آزادی:

فکر ونظر کی آزادی کا اسلام نے زبردست اہتمام کیا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کے عہد اور خلفاء راشدین کے عہد میں اس کی تابندہ مثالیں قدم قدم پر ملتی ہیں۔ عہد نبوی میں غلاموں، خواتین اور غریبوں ونا داروں کو حقوق

انسانی ملے۔مردوں کے ساتھ ہی خواتین بھی اظہار رائے،اور دوسرے تمام بنیادی حقوق سے بہرہ ور ہوئیں۔جس کی مثالوں سے پوری سیرت بھری ہوئی ہے۔اس عہد میں ایک عورت مردوں کی طرح مسجد میں جا کر اپنی بات پوری صفائی سے اللہ کے رسول کے سامنے رکھ سکتی تھی،وہ کسی کو بھی پناہ دے سکتی تھی مختلف معاملات میں آپؐ سے خوشگوار بحث کر سکتی تھی،آپ کو پالیسی امور میں مشورہ دے سکتی تھی جیسا کہ ام سلمہؓ نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ کو صائب مشورہ دیا۔عورت کی آواز آسمانوں میں سنی گئی اور **قدسمع اللہ قول التی تجادلک فی زوجھا** (اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے بارے میں تم سے جھگڑا کرتی تھی۔(مجادلہ:1) نے خولہ بنت ثعلبہ کی رسول اللہ ﷺ سے بحث کو لازوال بنادیا۔جیسا کہ حضرت زینبؓ نے مسجد میں اپنے شوہر جناب ابوالعاص کو پناہ دینے کی بات علانیہ رکھی۔مردوں کے درمیان ان کے اس اعلان پر کسی نے اختلاف نہیں کیا۔در حقیقت مسلم خواتین کے لیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی کہ وہ اس طرح علانیہ اپنی بات رکھیں۔(۱)اسی طرح ماتحتوں اور غلاموں کو بھی اظہار خیال کی پوری آزادی تھی۔حضرت عمرؓ کے پاس جب ایک قبطی حضرت عمرؓو بن العاص اور ان کے صاحبزادے کی شکایت لے کر پہنچا تو خلیفۂ عادل نے انہیں بلا کر سزا دی اور قبطی کو انصاف دلوایا اور اپنا مشہور قول کہا:**متی استعبدتم الناس و قد ولدتھم امھاتھم احرارا** ''تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا جب کہ ان کی ماؤں نے ان کو آزاد جنا تھا۔''(۲)ایسے ہی کسی موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا:

ایھاالناس ان آدم لم یلد عبداولاامۃ وان الناس کلھم احرار (۳)لوگو!آدم نے کسی غلام یاباندی کو جنم نہیں دیا تھا،اس لیے سب لوگ اصل میں آزاد ہیں۔ایک بار عمر فاروقؓ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک مسلمان نے ان پر کوئی اعتراض کیا اور اعتراض میں شدت برتی مجلس کے لوگوں نے اسے خاموش کرانا چاہا تو حضرت عمرؓ نے روک دیا اور فرمایا:''اسے کہنے دو،اگر تم ہی ایسی باتیں نہیں کہوگے تو تم میں خیر نہ ہوگا اور ہم اگر ان باتوں کو نہ سنیں گے تو ہم خیر سے خالی ہوں گے۔''(۴)ایسا ہی ایک واقعہ اسلامی تاریخ میں کافی مشہور ہے کہ جب مدینہ میں مسلمانوں نے اپنی بیٹیوں کے لیے زیادہ مہر لینے کا رواج شروع کیا تو حضرت عمرؓ نے یہ حکم دیا کہ کوئی بھی چار ہزار درہم سے زیادہ مہر نہ مانگے گا اور نہ دے گا۔بصورت دیگر زائد مال ضبط کرلیا جائے گا اور بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

اس حکم کے صادر کرنے کے بعد جب حضرت عمرؓ ممبر سے نیچے اترے تو ایک بوڑھی عورت کھڑی ہوئی اور پر اعتماد لہجے میں بولی:

''اس معاملہ میں قرآن نے کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے،عمر کو کوئی حق نہیں ہے کہ مہر کی کوئی حد مقرر کریں۔''اپنے اس قول کے تائید میں اس نے بہ آواز بلند قرآن کی یہ آیت کریمہ تلاوت کی:''اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور ان میں سے کسی کو تم نے خزانہ کا خزانہ دے رکھا ہو،تو بھی اس میں سے کچھ نہ لو۔''(النساء:20)

فوراًہی خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اور کہا: **ان امرأة خاصمت عمر فخصمته** (ایک عورت نے عمر سے بحث کی اور اس میں جیت گئی۔"(۵)

اسلام آزادیٔ رائے کا نقیب بن کر آیا۔ ایمان اسلامی دائرہ میں خود عقل، وجدان اور انسانی ضمیر کی آزادی کا سب سے بڑا سبب بنا۔ ایمان کے ذریعہ ہی عقل کو تمام توہمات اور گمراہ کن چیزوں سے آزادی ملی اور ایمانی عقل ایک آزادانہ غور و فکر کرنے والی اور تجزیہ و استدلال کرنے والی عقل ہو گئی۔(۶) آزادی کی یہ روح تمام صحابہؓ میں جذب ہو گئی تھی وہ اس کی قوت و اپیلنگ کو سمجھتے تھے چنانچہ حضرت ربعی بن عامرؓ نے رستم کے اس سوال کے جواب میں کہ: "**ماالذی اخرجکم؟**" فرمایا: "**الله ابتعثنا لنخرج من شاء من عبادة العباد الی عبادة الله وحده و من جور الادیان الی عدل الاسلام**" (کس چیز نے تمہیں نکالا ہے؟ کہا: ہمیں اللہ نے بھیجا ہے تا کہ اللہ کے بندوں کو بندوں کی عبادت سے نکال کر اللہ کی عبادت کی طرف لائیں اور دوسرے مذاہب کے ظلم سے بچا کر اسلام کے عدل کی طرف لائیں)(۷) گویا ضمیر، وجدان، ارادہ اور تعبیر ہر پہلو سے انسان کی آزادی اور آزادیٔ رائے کی حفاظت و نگرانی اسلام کے اہداف اور جہاد اسلامی کی روح ہے۔

حریت رائے کی بنیاد پر ہی پورا ایمانی معاشرہ تمام امور میں شریک تھا۔ کسی بھی درجہ کا کوئی معاملہ ہوتا سبھی لوگوں کو اس میں شریک کیا جاتا۔ چرواہوں سے چراگاہوں میں، پردہ نشینوں سے پردوں کے اندر اجتماعی معاملات میں مشورہ لیا جاتا۔ چنانچہ خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے سلسلہ میں جب چھ رکنی انتخابی کمیٹی نے استصواب رائے عامہ کا معاملہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے حوالہ کر دیا تو حافظ ابن کثیر کے مطابق: "انہوں نے مدینہ میں رہنے والے تمام لوگوں، جوانوں، بوڑھوں، بچوں، اور یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں سے اور بادیہ نشینوں سے اور مسافروں سے بھی ان کی رائے جاننے کا اہتمام کیا۔ عبدالرحمان نے رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے تین شبانہ روز سخت محنت کی۔ دن میں لوگوں سے ملنا، رات کو نماز و دعائے خیر میں مصروف رہنا اور اللہ تعالیٰ سے بہتری کی توفیق چاہنا ہی ان کا مشغلہ رہا۔ کوئی مرد یا عورت اور جوان یا بچہ یا بوڑھا ایسا نہ ملا جو حضرت عثمان کے مقابلہ میں علی یا کسی اور کو خلافت کا مستحق سمجھتا ہو"۔ ابن کثیر فرماتے ہیں——

نهض عبدالرحمان بن عوف یستشیر الناس و یجمع رای المسلمین برای رؤوس اعیانهم الناس و جمیعا و اشتاتا مثنی و فرادیٰ و مجتمعین. سرا و جهرا. حتی خلص الی النساء المخدرات فی حجابهن و حتی سأل الولدان فی المکاتب و حتی سأل من یرد من الرکبان والاعراب الی المدینة فی مدة ثلاثة ایام بلیا لیها . فلم یجد اثنین یختلفان فی تقدم عثمان بن عفان الا ماینقل عن عمار بن یا سر و المقد ادبن الاسود انهما اشارا بعلی بن ابی

طالب. ثم بایعامع الناس. فسعی فی ذلک عبدالرحمن بن عوف ثلاثة ایام بلیا لیها لایغتمض بکثیر نوم. الا صلاة و دعاء او استخارة و سؤالا من ذوی الرائ عنهما. فلم یجد احدا یعدل بعثمان بن عفان رضی الله عنه. (۸)(ترجمہ اوپر گزرا)

اختلاف فکرونظر: فکرونظر کی آزادی کے لیے اختلاف فکرونظر کو برداشت کرنا انتہائی ضروری ہے۔ اختلاف ایک فطری حقیقت ہے۔ جب تک وہ فطرت سے ہم آہنگ ہے تو حسن حیات ہے۔ پھر انسان عقل وشعور اورفکر کی صلاحیت رکھتا ہے۔ فکر اللہ کی عظیم نعمت ہے، جدید تحقیقات کے مطابق دوانسانوں کی آوازیں حتی کہ ایک آدمی کے ہاتھ کی لکیریں بھی دوسرے انسان کی لکیروں سے جدا ہوتی ہیں، سب کے عقل وشعور کی قوتیں بھی مختلف ہیں، غوروفکر کے انداز بھی جدا۔ غوروفکر سے ہی اختلاف رائے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لیے اختلاف رائے کو اسلام مثبت نظر سے دیکھتا ہے۔ ہر مسلمان کو کسی بھی مسئلہ میں اپنی رائے رکھنے اوراس کا اظہار کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ البتہ وہ اختلاف جو حدود سے نکل جائے، جو مخالفت اور تفرقہ اور گروہ بندی پر منتج ہو شرعاً ممنوع ہوگا۔ اس کی اجازت نہ ہوگی۔ اسی غلط اختلاف نے امت کو زوال سے دوچار کیا ہے۔ **اختلاف امتی رحمة** کوفقہاء وعلماء عام طور پر حدیث کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن یہ حدیث محدثین کے ہاں ضعیف ہے بلکہ موضوع ہے(۹) البتہ اگر اسے ایک حکیمانہ مقولہ کے طور پر لیا جائے تو وہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اختلاف ایک مثبت اور ایجابی عمل ہے لہذا تعمیر پر منتج ہوتا ہے تخریب پر نہیں۔ (اختلاف رائے کے آداب وشرائط کے سلسلہ میں ڈاکٹر طٰہٰ جابر علوانی کی کتاب ادب الاختلاف فی الاسلام ملاحظہ کی جائے)۔

اعلان واظہار رائے کی آزادی صحت مند معاشرہ کے لیے بہت ضروری ہے جب یہ آزادی حاصل ہوگی تو مخالف رائے بھی سامنے آئے گی، شکوک وشبہات کا مقابلہ ہوگا۔ دلیل وبرہان کی قوت جس رائے کو حاصل ہوگی وہی برقرار رہے گی باقی خودساقط ہوجائیں گی۔ اسلام میں استبداد کی کوئی گنجائش نہیں، پھر وہ سیاسی استبداد ہو یا علمی وفکری۔ کیونکہ وہ آزادی رائے کا گلا گھونٹ کرامت کو لکیر کا فقیر بناڈالتا ہے۔

آخر وجہ کیا ہے کہ اسلام میں حریت فکر کو اتنی اہمت دی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ انسانی معاشرہ کا تاریخی ونفسیاتی مطالعہ بتاتا ہے کہ جس طرح انسان ایک مل جل کر رہنے والی مخلوق ہے (ابن خلدون کے الفاظ میں مدنی الطبع اور ارسطو کے الفاظ میں ایک Social Animal ہے) اسی طرح یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان خود ایک عالم اصغر ہے۔ ہر انسان اپنا ایک الگ وجود رکھتا ہے، وہ اپنی جگہ خود ایک چھوٹی سی دنیا ہے، اس کی اپنی ایک رائے ہے، اپنی انفرادیت ہے۔ شرعی احکام کا بھی اصلاً واولاً مخاطب فرد ہی ہے۔ خدا کے یہاں بھی فرد ہی جواب دہ ہوگا۔ اجتماع بھی اصل میں فرد کے تزکیہ کے لیے ہوتا ہے۔ گویا جس طرح انسان کی اجتماعیت پسندی ایک واقعہ ہے اسی

طرح انسانی طبعیتوں اور رجحانات کا اختلاف بھی زندگی کی ایک حقیقت ہے۔ فکر و خیال کی بوقلمونی ہی دنیا کو زیب دیتی ہے۔ گویا اختلاف سے مفر نہیں۔ وہ معاشرہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کے مختلف پہلو سامنے آجاتے ہیں۔ انسان کے فکر و خیال کو مہمیز ملتی ہے۔ تفکر کی صلاحیت بیدار ہوتی ہے۔ ذہن تخلیق کی طرف مائل ہوتا ہے یعنی اختلاف انسانی معاشرہ کا ایک وصف بھی ہے اور ارتقاء کے لیے ناگزیر ضرورت بھی۔ اسی لیے دیکھا جاتا ہے کہ انسان کی فکری تاریخ میں ہمیشہ اختلاف رائے رہا ہے، ہر نسل پچھلی نسل سے اختلاف کرتی آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اختلاف اپنے آداب وحدود کے اندر رہے تو ناپسندیدہ نہیں۔ اصل مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں اختلاف رائے کی آڑ میں خودرائی، ذاتی انا، شخصیت پرستی، عصبیت اور پارٹی بندی کے مہلک جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں اور اختلاف مخالفت میں بدل جاتا ہے اور فساد کا باعث بنتا ہے۔

عدم تقلید جامد:

اس کے علاوہ صدر اول کی تاریخ پوری فکر ونظر کی آزادی کی، اپنے سے مختلف نقطہ نظر کو برداشت کرنے اور عدم تقلید جامد کی تاریخ ہے اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ صدر اول میں ہمیں عدم تقلید کی یہی فضا پوری آن بان کے ساتھ نظر آتی ہے جب ایک فقیہ کو یہ کہنے کا یارا تھا کہ "حدیث اور آراء صحابہؓ کے تو ہم پابند ہوں گے مگر جب بات ہمارے جیسے معاصر علماء وفقہاء کی ہو تو **ھم رجال ونحن رجال**"۔ (وہ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان) جب فقہ میں حنفی مالکی، شافعی اور حنبلی فقہ کے پہلو بہ پہلو فقہ اوزاعی، فقہ داؤد ظاہری اور فقہ جعفری اور فقہ اباضی بھی پھل پھول رہی تھیں اور بہت سے مکاتب فکر موجود ہوا کرتے۔ جب اسحاق بن راہویہؒ، امام شعبیؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام حسن بصریؒ امام اوزاعیؒ اور امام لیث بن سعدؒ اور ابن جریر طبریؒ جیسے ائمہ فکر وفقہ کے حلقہائے درس قائم تھے۔ اور کسی کو نہ برسر باطل سمجھا جاتا نہ حق کو بس کسی ایک فقہ میں محصور خیال کیا جاتا۔ خلیفہ منصور کے عہد میں امام مالکؒ نے اپنی کتاب مؤطا کو پوری امت کے لیے دائمی قانون اور دستور العمل بنانے سے منع کر دیا تھا کیونکہ انہیں خوب اندازہ تھا کہ ایسا کرنے سے علم وفکر اور تحقیق کے رواں دواں قافلہ کو بریک لگ سکتا ہے۔ (ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ، صفحہ 307)۔

جمہور کی سند سے یا سلف کی آڑ میں یا اجماع کا حوالہ دے کر آپ کسی ایسی رائے کو ظاہر کرنے سے نہیں روک سکتے جو قرآن وسنت کے حدود میں ہو۔ ائمہ اربعہ اور مسالک اربعہ کو تاریخ میں جو احترام اور اعتبار ملا ہے وہ بھی ان کے تلامذہ کی علمی جدوجہد اور عظیم خدمات کا رہین منت ہے۔ اور غالی متعصب مقلدین کو چھوڑ کر جو ہر مسلک میں ہمیشہ موجود رہے ہیں، محققین کا مسلک ان کے بارے میں بھی کبھی یہ نہیں رہا کہ آنکھ بند کر کے ان کی تقلید کی جائے۔ امام دار الہجرت حضرت امام مالکؒ نے جب خلیفہ منصور کو اس بات سے روکا تھا کہ موطا کو سرکاری قانون بنا دیا جائے تو ان کے ذہن میں یہی نکتہ تھا جس کا انہوں نے خلیفہ سے اظہار بھی کیا۔ کہ صحابہؓ

سے استفادہ کرنے والے تابعین اوران کے تلامذہ مختلف ممالک وامصار میں پھیل گئے ہیں اورلوگ مختلف انداز میں عمل کررہے ہیں، کسی ایک فقہ کا ان کو پابند بنادینے سے فکرونظراور تحقیق پرضرب پڑے گی جو مجھے گوارانہیں۔ خودان ائمہ کرام سےاس کے بارے میں جواقوال منقول ہیں وہ اس بات پردلالت کرتے ہیں کہ یہ ائمہ خودفکرونظر کی آزادی کا زبردست اہتمام کرتے تھے۔(۱۰) چودہویں صدی ہجری کےمشہور مالکی فقیہ محمدالحجوی نے ائمہ اربعہ کی تقلید پرروشنی ڈالتے ہوئے کیااچھی بات لکھی ہے۔کہتے ہیں:شعرانی ''الدرالمنثور'' میں لکھتے ہیں کہ:

''ہم کوسلف میں سے کسی سے بھی یہ بات نہیں پہنچی کہ وہ کسی متعین مذہب کے پابند ہوئے ہوں۔اگر انھوں نے ایسا کیا بھی ہوتا تو غلط ہوتا کہ ایسی صورت میں اس حدیث پران کا عمل چھوٹ جاتا جسے اس مجتہد نے اختیارنہیں کیایاوہ اس تک نہیں پہنچی،جس کے اتباع کاانھوں نے اپنے کوپابند بنالیا ہوتا۔فقہ اسلامی درحقیقت تمام مجتہدین کی آراء کے مجموعہ کانام ہے کسی ایک کے اجتہاد کانہیں۔نہ اللہ نے کسی مذہب معین کاالتزام کسی پرفرض کیاہے نہ کسی ایک کومعصوم قراردیاہے۔پھراس کاوجوب کہاں سے ثابت ہوگیا؟''(۱۱)

عدم ثنویت-اس تعلیمی روایت میں ایک اہم پہلودین ودنیا کی عدم ثنویت کا تھا-اس میں ان علوم کوجودنیااوراس کے متعلقات سے بحث کرتے ہیں خالص مذہبی ،فقہی اورقرآن وحدیث کے علم سے کمترنہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ اکثر ایسا ہوتا کہ ایک ہی عالم بڑے درجہ کا فقیہ،مفسراورمحدث بھی ہے ساتھ ہی اس وقت کے رائج فلسفہ اورعلوم دنیا پربھی اُسے عبورحاصل ہے۔اسلامی تاریخ کامشہورفلسفی ابن رشداعلی درجہ کا فقیہ اورقرطبہ کا چیف قاضی بھی تھا۔اسی طرح مشہورسیاح ابن بطوطہ فقہ مالکی میں قاضی رہ چکا تھا۔ابن خلدون جیسے عبقری،علم الاجتماع کے بانی اورمؤرخ کوعلم فقہ وحدیث میں کامل دستگاہ حاصل تھی۔اس کی اوربھی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔اس تعلیمی روایت کا مرکزی ستون اوراس کے مراکز وہ مدارس تھے جوعالم اسلامی کے چپہ چپہ پرقائم ہوگئے تھے۔ان مدارس کے بارے میں بہت کچھ کہاجاسکتاہے۔ان کی پوری تاریخ موجود ہے لیکن مختصراًہم یہاں ایک معاصر ماہرتعلیم کی شہادت پیش کرتے ہیں:

رشید منور جہاں مسلم دنیامیں مدارس کے پھیلاؤ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتی ہیں:''یوں مدارس کی تاریخ گیارہویں صدی عیسوی تک جاتی ہے۔مدارس اتنی بڑی تعداد میں قائم کیے گئے تھے کہ مسلم دنیا کا کوئی گاؤں بھی مدرسوں کے بغیرنہ تھا۔حکومت اورثروت مندلوگ ان کواقطاع (جائداد)اوربڑی بڑی جاگیریں دیا کرتے۔مدارس کا قیام اوران کے اخراجات پورے کرنے کے لیےان کو بڑے بڑے عطیات دینابڑے ثواب کا کام سمجھا جاتا تھا۔(۱۲) یہ مدارس اس زمانہ کے عام مروج تعلیمی نصاب کوپڑھاتے تھےاورصرف مذہبی علوم اوردینیات تک محدودنہ تھے چنانچہ مدارس اسلامیہ کے موضوع پرتخصص رکھنے والے ڈاکٹرمظفرعالم برصغیر کے مدارس کے بارے

میں لکھتے ہیں:

''ہمایوں نے دہلی میں ایک مدرسہ بنوایا جس میں حساب، فلکیات، اور جغرافیہ بھی پڑھائے جاتے تھے کیونکہ ہمایوں ان مضامین میں خود بھی ذاتی طور پر دل چسپی رکھتا تھا۔(۱۳) پھران مدارس کے نصاب میں اصلاحات اور ارتقاء بھی ہوتا رہتا تھا۔مغل سلطنت کے ہندوستان میں تعلیم، مدارس اور ان کے نصاب کے تغیرات کا ذکر مؤرخین نے کیا ہے۔مثال کے طور پر اکبر کے بارے میں آتا ہے کہ:''اس نے مدارس کے تعلیمی نصاب میں دل چسپی لی اور ان میں کئی اصلاحات کیں،اس کے مشورہ پر نصاب میں کئی علوم کا اضافہ ہوا،جن میں منطق، ریاضی، جیومیٹری، حساب، پبلک ایڈمنسٹریشن، زراعت اور علم المساحت بھی شامل تھے، مدارس کے نصاب میں ان علوم کی شمولیت نے ملک کے تعلیمی نظام کو ایک سیکولر جہت بھی عطا کر دی تھی۔''(۱۴)

''علوم عقلیہ کے ماہر استاد میر فتح اللہ شیرازی سے اکبر بہت متاثر ہوا تھا۔شیرازی بیجاپور کے علی عادل شاہ کے دربار میں تھا کہ اکبر نے اُسے اپنے دربار میں آنے کی دعوت دی۔اپنے سابق سرپرست کی وفات کے بعد میر فتح اللہ شیرازی مغلیہ سلطنت میں ''صدر اعظم'' کے عہدہ پر فائز ہوا۔شیرازی نے الغ بیگ کی فلکیاتی جدولوں کے ترجمہ کے کام کی نگرانی کی اور ہندوستان میں علامہ دوانی، صدرا شیرازی، اور مرزا جان کی تصنیفات کا تعارف کرایا، جو مدارس کے نصاب میں اختیاری مضمون کی حیثیت سے شامل کی گئیں۔انہوں نے تعلیم کے اس نظام میں معقولات کو داخل کیا۔سکندر لودھی کے زمانہ میں معقولات کو درس میں داخل کرنے کا جو آغاز ہوا تھا وہ اکبر کے عہد میں میر فتح اللہ شیرازی کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچا''۔(ایضاص 186) حقیقت یہ ہے کہ مدارس کا نصاب اپنے زمانہ کی مطابقت کرتا تھا اور ساری عالمی ومقامی ضرورتوں کو پورا کر رہا تھا، وہ تو جب انگریزوں نے بیک جنبش قلم فارسی کے بجائے انگریزی کو دفتری اور سرکاری زبان بنا دیا، اور فارسی وارد و جاننے والوں پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے یک لخت بند ہو گئے، تب مدارس کے اِس نظام پر زوال آیا۔چنانچہ پروفیسر جے ایس راجپوت لکھتے ہیں:''اس پورے عہد میں مدارس کا رول بہت بڑا تھا، وہ زمان ومکان کی تبدیلیوں کے حساب سے تعلیمی ضروریات پوری کر رہے تھے۔ان سے بس مذہب کے علماء وفقہاء، قرآن کے مفسر اور روایات وآثار کے ماہر (محدثین) ہی یا واعظ ومبلغین ہی پیدا نہیں ہوتے تھے بلکہ وہاں سے اطباء، ادیب، شاعر، ماہرین معیشت، سیاست داں، سوشیالوجی کے جاننے والے، نفسیات داں، فلسفی، موسیقی کے جانکار، منتظمین اور حکومت کے اہل کار بھی پیدا ہوتے تھے۔جب برطانیہ نے یہاں نیا تعلیمی نظام رائج کیا تو یہ لوگ سرکاری نوکریوں کے لیے بالکل غیر اہم تو نہیں ہوئے مگر ان کی اہمیت بہت زیادہ گھٹ ضرور گئی۔اب مدرسہ سسٹم روایتی اور پس ماندہ قرار پایا، جبکہ برطانوی سامراج کا متعارف کردہ نظامِ تعلیم ترقی یافتہ، ماڈرن اور آگے کی طرف دیکھنے والا قرار دیا گیا''(۱۵)۔

اس تعلیمی روایت نے تاریخ انسانی میں کیا رول ادا کیا؟

شبلی نے کہا تھا کہ دوسروں کی ترقی کا راز آگے بڑھنے میں اور ہماری ترقی کا راز پیچھے ہٹنے میں ہے۔اس قول کا یہ مفہوم ہے کہ اگر قرون اولی کی طرف لوٹیں، اس فضا کو اپنے ذہن میں تازہ کریں تو ہم پائیں گے کہ تاریخ اسلام کی ابتدائی چار صدیوں تک علوم شرعیہ یا علوم جدیدہ کی الگ الگ اصطلاحیں نہ تھیں تب مسلم دنیا اور مسلم معاشروں کا کیا حال تھا۔ایک مفکر کے الفاظ میں: ''ایک ہمہ گیر علمی تحریک نے عالم اسلامی کو اپنے جلو میں لے رکھا تھا۔ مسجدوں کے حلقۂ درس، قصہ گو راویوں کی لذت بیانیاں، فقہاء کی موشگافیاں، نحویوں کی نکتہ آفرینیاں، کتاب کے ادارے، محدثین کے حلقے اکتشافی علوم کی بڑھتی لے کے سبب آگے چل کر رصدگاہوں کا قیام، یہ سب کچھ قرآنی دائرۂ فکر کا فطری شاخسانہ سمجھے جاتے، یہ سب ایک دوسرے کی تکمیل کرتے تھے تردید نہیں''۔(۱۶) بابائے کیمیا جابر بن حیان امام جعفر الصادق کی مجلسوں کا حاضر باش تھا، تب علم ایک وسیع اصطلاح تھی اور حکمت ضالۃ المومن کا نام۔اس وقت مسلمان پوری انسانی تہذیب اور علوم کے مجموعی ورثہ پر اپنا حق سمجھتے تھے۔اس دور عروج میں سنی، شیعہ، اسماعیلی، معتزلہ، فلاسفہ، متکلمین، فقہاء و مؤرخین اور ادباء و مترجمین اور شارحین وغیرہ سب علوم کے ارتقاء میں حصہ لے رہے تھے۔ایک قلیل عرصہ میں انہوں نے روم، یونان، فارس اور ہند کی کتابوں کے تراجم کیے، ان پر اضافے کیے، قدمائے یونان کے نظریات پر تنقیدیں کیں، ان کی تشریحات لکھیں۔اخذ و اکتساب کی اس صحت مند روایت نے تھوڑی سی مدت میں ان کو اقوام عالم کا علوم وفنون کی دنیا میں امام بنا دیا۔

اس روایت میں زوال کیوں کر آیا، اور اس کے اثرات کیا ہوئے؟

چوتھی صدی ہجری مسلمانوں کے علمی وفکری عروج اور سیاسی سیادت کی صدی ہے۔اس کے بعد ان کا دور زوال شروع ہو جاتا ہے۔اصل میں مسلم ذہن تیسری صدی سے ہی دولخت ہونا شروع ہو چکا تھا۔اس دور میں علوم کی شرعی وغیر شرعی کے درمیان تقسیم عمل میں آ گئی۔جب معتزلہ یا عقلیت پسندوں کی انتہا پسندی اور جبراً اپنی رائیں لوگوں پر تھوپنے کی کوششوں کے ردعمل میں جمہور مسلمین میں عقلیت پسندی سے ہی نفرت پیدا ہونے لگی۔فقہ و فروعی مسائل اور ان کے مراکز، تصوف اور صوفیاء کی خانقاہیں خاص سیاسی ضرورت کے تحت سرکاری سرپرستی کے لائق قرار پائے۔وقف املاک اور اقطاع کے نام پر ان کو نوازا گیا، مختلف کلامی فرقوں اور فقہی مکاتب فکر میں سخت فکری جمود اور فرقہ وارانہ تعصب پیدا ہو گیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ امام غزالی کا عہد آتے آتے علوم شرعیہ کو تقدس حاصل ہو گیا اور علوم جدیدہ مسلمانوں میں بے توقیر ہو کر رہ گئے۔جس کا گلہ خود امام غزالی نے کیا ہے اور کہا ہے کہ: ''اس زمانہ میں جو شخص جاہ و منصب کا طالب ہے وہ علوم شرعیہ کی درسگاہوں کا رخ کرتا ہے، طب اور اس جیسے دوسرے علوم کی طرف نہیں

جاتا کیونکہ ان سے نہ سیاسی وسماجی توقیر ملتی ہے اور نہ ہی اوقاف واقطاع کی سربراہی'' (۱۷) اس صورت حال سے امام غزالی اس حد تک نالہ کناں تھے کہ انہوں نے علوم فقہ کو بھی علوم دنیا میں شمار کیا کیونکہ ان کے زمانہ میں وہ دنیا کمانے کا بڑا ذریعہ تھا۔ امام غزالی کے عہد کے بعد صورت حال اور خراب تر ہوتی چلی گئی۔ علم کی ثنویت متصل علت کے انکار اور آیات اکتشاف کے ترک نے مسلمانوں کے درمیان ایک اساطیری طرز فکر اور غیر عقلی رویہ کو رواج دے دیا۔ پھر تو تعویذات وطلسمات اور دافع بلیات نقوش قرآنی کی عمومی اشاعت سے ہمارے معاشرہ کا کوئی گوشہ خالی نہ رہا۔ نوبت بایں جا رسید کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول ''ہر طرح کے کیل کانٹے سے لیس دشمنوں سے مدافعت کے لیے ختم بخاری اور ختم خواجگان کی تقریبیں منعقد کی جانے لگیں''۔ اور یوں پہلے رفتہ رفتہ علوم وفنون کی دنیا سے اور بعد میں دنیا کی سیاست سے ہماری معطلی عمل میں آ گئی اور ہمہ جہتی زوال ہمارا مقدر ٹھیرا۔ منصب سیادت سے ہماری معزولی ہوگئی اور ہمارے میدان سے غائب ہونے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مغرب نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ جدید تہذیب وسائنس کا ظہور اہل مغرب کا رہین منت ہے۔ ماضی میں سائنسی علوم تک کے لیے علوم عربیہ کی اصطلاح استعمال ہوتی تھی اور دنیا والے یہ سمجھتے تھے کہ سائنس اور علوم طبیہ کا عربوں یا مسلمانوں سے گہرا رشتہ ہے لیکن انیسویں صدی سے جب ہم سیاسی اور تہذیبی طور پر پسپا ہوتے گئے تو مشرق ومغرب ہر جگہ اب مادی ریسرچ وتحقیق اور اکتشاف کرنے والے علماء کے لیے سائنٹسٹ کا استعمال ہونے لگا اور غیر تو غیر خود مسلمانوں میں یہ احساس عام ہو گیا کہ سائنس اور ٹیکنالوجی کا اسلام سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔

عالم اسلام کی موجودہ تعلیمی صورت حال:

مسلم دنیا کم وبیش اسی احساس میں آج بھی جی رہی ہے۔ جبھی تو ہم پاتے ہیں کہ دنیا میں ادب، تہذیب، آرٹ، سائنس اور اجتماعی علوم کی دوسری شاخوں میں جہاں دنیا کی دوسری اقوام نے سن 1901 سے 2012 تک 863 نوبل انعامات حاصل کیے ہیں، مسلمان 10 نوبل پرائز سے آگے نہیں بڑھ سکے ہیں۔ ان دس میں بھی سائنس کے علاوہ ادب اور امن کے نوبل انعام بھی شامل ہیں۔ (۱۸) اقبال نے جدید وقدیم کو گو کہ دلیل کم نظری قرار دیا ہے، مگر مسلم معاشرہ کی صورت حال صدیوں سے اس جدید وقدیم کی کشمکش کی کہانی ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کے نزدیک ''علم دین اور علم دنیا کی یہ ثنویت ایک بڑی آفت ہے جو ہمارے نظام تعلیم کی دین ہے''۔ مدتوں سے ہمارے ہاں دو طبقے چلے آ رہے ہیں، ایک علم شرعی کا ماہر کہلاتا ہے دوسرا علوم دنیا کا۔ پہلا طبقہ علم شرعی کے حوالہ سے مسلم معاشرہ میں مذہب کا اجارہ دار بنا ہوا ہے تو دوسرا طبقہ علوم دنیا میں اپنی مہارت کے باعث مسلمانوں کی سیاسی قیادت اور لیڈر شپ کا اپنے آپ کو حق دار سمجھتا ہے۔ اور عملاً مسلم معاشرہ نے اپنی سیاست ومعیشت دے بھی اسی طبقہ کو رکھی ہے۔ یہ طبقہ اپنی معاشرت، تہذیب، رہن سہن، ملبوسات اور زبان وبیان کے

اعتبار سے بیشتر مغربی انداز فکر کا حامل ہے۔اور روایتی طبقہ کو بدلتی دنیا سے بے خبر اور غافل قرار دیتا ہے اور مسلمانوں کے موجودہ زوال کا سبب گردانتا ہے۔ جبکہ روایتی طبقہ کو جدید طبقہ سے زبردست شکایت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے امت کا قبلہ تبدیل ہو کر رہ گیا ہے، ذہنی سانچہ بدل گیا ہے، متعینہ منزل تبدیل ہو کر رہ گئی ہے۔ عملاً یہ دونوں طبقے ایک دوسرے سے دور و نفور اور باہم برسرپیکار ہیں اور بزبان حال کہ رہے ہیں کہ ؂

وہ اپنی خو نہ بدلیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں

واقعہ یہ ہے کہ علوم کی شرعی اور غیر شرعی یا دینی و دنیوی دو خانوں میں تقسیم سراسر ایک مغالطہ ہے۔ یہ مغالطہ ایک مخصوص عہد کی سیاسی نزاعوں کی دین تھا۔ وہ زمانہ کب کا لد چکا ہم ابھی تک اس تقسیم کے اسیر چلے آتے ہیں، آخر کیوں؟ جب تک ہم اس مغالطہ سے پیچھا نہیں چھڑاتے، دینی مدارس کے نصاب کی تبدیلی یا ان میں عصری علوم کی شمولیت ایک خواب ہی رہے گا۔ نئے آغاز کے لیے نئے انقلابی اقدامات کی ضرورت ہے، غور وفکر کے پرانے سانچوں کو چھوڑ کر نئے شاکلہ کی تشکیل نہیں ہو سکتی، اس کے لیے شاہ ولی اللہ کے الفاظ میں فک کل نظام (ہر پرانے نظام کو ختم کرنا) کی صدا لگانی ہوگی۔

ماضی کی شاندار تعلیمی روایت کے دوبارہ احیاء کی ضرورت عالمی تناظر میں:

قرآن مجید صرف مسئلے مسائل اور اوامر ونواہی کی کتاب ہی نہیں ہے وہ تو تبیان لکل شیئ ہے۔ ایسی شاہ کلید ہے جس سے امکانات کے تمام دروازے کھل سکتے ہیں۔ ''آج مغرب ہی کیا ساری دنیا میں علم وفن کے جو مظاہر دیکھنے میں آتے ہیں ان سب کی اساس اسی قرآنی دائرۂ فکر میں پائی جاتی ہے جس نے کائنات پر غور وفکر کو ایک مذہبی فریضہ کی حیثیت دی''۔ (۱۹) اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں ایسے رجال کار کی ضرورت ہے جو ایک طرف تو عربی زبان وادب و متعلقہ علوم یا اسلامیات سے بخوبی اور براہ راست واقف ہوں، فکر اسلامی کے ورثہ پر گہری تنقیدی نظر رکھتے ہوں، دوسری طرف وہ اکتشافی علوم یعنی سوشل سائنسز، اور طبیعی علوم یا Natural Sciences، جدید تہذیب کی تاریخ اور سائنس کی فکریات سے بھی بخوبی واقف ہوں۔ برج کورس کے ذریعہ ہم اسی ہدف کی طرف پیش قدمی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر اس کورس سے ایسے چند افراد بھی پیدا ہو گئے جو مذکورہ فکر کے حامل ہوں تو اس سے ایک نئی شروعات ہوگی اور چراغ سے چراغ جلیں گے، تو آگے چل کر ہمیں مطلوبہ رجال کار حاصل ہوں گے جو امت کی نشاۃ ثانیہ کے لیے مہمیز کا کام دیں گے۔

عالمی تناظر: عالم اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو:

۱- عالمی زبانوں خصوصاً انگریزی میں مہارت رکھتے ہوں

۲- اسلامی فکر کے ذخیرہ میں پائے جانے والے غث وثمین کو چھانٹ سکیں

۳- عالم انسانیت کو اپنا مخاطب بنا سکیں

۴- جدیدیت و مابعد جدیدیت وغیرہ دوسرے مغربی افکار ونظریات سے واقفیت رکھتے ہوں

۵- اوران سب صلاحیتوں کی بنیاد پر موجودہ مختلف چیلنجوں کا جواب دے سکیں۔

ملکی تناظر: ملکی تناظر میں دیکھیں تو یہاں اسلام اور مسلمانوں کی جو ضرورتیں ہیں ان کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہے جو:

۱- برادران وطن، ان کی تحریکات اوران کے عقائد وافکار سے واقف ہوں۔

۲- ملک میں آرہی موجودہ تیز تر سیاسی وسماجی اور معاشی تبدیلیوں سے واقف ہوں اوران سے عہدہ برآ ہونے کی کماحقہ صلاحیت رکھتے ہوں۔

۳- انگریزی اور ملکی زبانوں پر عبور رکھتے ہوں

۴- ملت اسلامیہ کی نمائندگی مختلف میدانوں میں کر سکیں اور:

۵- اسلامی علوم سے اچھی واقفیت کے ساتھ مغربی علوم سے براہ راست یوں واقف ہوں کہ بانی اے ایم یو سرسید علیہ الرحمہ کے اس خواب کی تعبیر بن سکیں کہ "ایک ہاتھ میں سائنس دوسرے میں قرآن اور سر پر کلمہ طیبہ کا تاج ہو"

برج کورس کا long term ہدف امت کے لیے رجال کار کی تکوین:

برج کورس کا long term ہدف ایسے رجال کار کی تیاری ہے جو امت مسلمہ کے موجودہ زوال کو روک سکیں اوراس کو اس کے نصب العین کے لیے تیار کر سکیں۔ اوراس کی نشاۃ ثانیہ میں اپنا مطلوبہ کردار ادا کریں۔ یہ طویل مدتی ہدف لمبے عرصہ تک کام کرنے کے بعد ہی حاصل ہو سکے گا۔ ساتھ ہی برج کورس ایک مختصر مدتی ہدف بھی رکھتا ہے جس میں فارغینِ مدارس شخصی ترقی کے ساتھ ہی ہندوستانی مسلمانوں کی ملی ضرورتوں کو پورا کریں گے اور جو فوری طور پر مطلوب ہے اور جس کے نتائج بھی جلد ہی دکھائی دیں گے۔

برج کورس کا مختصر مدتی ہدف: ہندوستانی مسلمانوں کی ملی ضرورتوں کو پورا کرنا:

ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل اور ضرورتیں نوع بنوع ہیں ان میں چند اہم ضرورتیں جو برج کورس پورا کرے گا یوں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ہندوستانی مسلمانوں میں تعلیمی ثنویت کی وجہ سے دین ودنیا کے دو الگ الگ خانے وجود میں آگئے ہیں۔ اس

سے جدید وقدیم کے حاملین یعنی علماء جدید تعلیم یافتوں، اسکالروں اور دانشوروں کے درمیان ایک خلیج بن گئی ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی زبان، اسلوب گفتگو، اصطلاحات اور موضوعات سے واقف نہیں۔ دونوں کے درمیان جو خلیج پیدا ہوئی ہے وہ برابر بڑھ رہی ہے اس کو پاٹنے کے لیے برج کورس کے طلبہ وفارغین پل کا کام دیں گے۔

۲۔ برادران وطن میں مسلمانوں کے تعلق سے عموماً اور اہل مدارس کے بارے میں خصوصاً یہ خیال پایا جاتا ہے کہ یہ ملک کے اوپر بوجھ ہیں۔ آج کسی میدان میں ان کا کوئی خاص کنٹری بیوشن نہیں ہے۔ یہ اپنی قوم کو آگے بڑھنے سے اور ترقی کرنے سے روکتے ہیں۔ ان کے خیالات میں دقیانوسیت ہے۔ قدامت کے یہ عادی ہیں، جدت سے نالاں وگریزاں ہیں۔ برج کورس کی تربیت سے طلبہ مدارس ملک کے مین اسٹریم میں جانے کے قابل ہوں گے جو اپنے آپ میں بڑا انقلابی قدم ہوگا۔ یہ مسلمانوں اور متدین طبقوں واہل مدارس کے بارے میں پائے جانے والے منفی خیالات کی عملی تردید ہوں گے۔

۳۔ مسلمانوں اور اسلام کے سلسلہ میں میڈیا میں جو مباحثے ہوتے ہیں ان میں عموماً مسلمانوں کی نمائندگی نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو نااہل افراد کے ذریعہ۔ برج کورس کے ذریعہ ایسے افراد پیدا ہوں گے جو میڈیا میں اور انٹیلیکچول حلقوں میں مسلمانوں اور اسلام کی صحیح نمائندگی کر سکیں گے۔

۳۔ معیشت میں آگے بڑھنا مسلمانوں کا بڑا مسئلہ ہے۔ برج کورس طلبہ مدارس کو پروڈکٹو بنائے گا اور اس لائق بنیں گے کہ نئے نئے مدارس اور مساجد کھولنے اور ان میں کھپنے کی بجائے میڈیا، ٹیچنگ، آئی ٹی کی ملازمت کریں گے، آئی اے ایس پی سی ایس اور دوسرے پروفیشنل کورسوں میں جاسکیں گے اور معاش کے دوسرے میدانوں میں آگے بڑھیں گے۔

۴۔ جدید سائنس اور سائنسی علوم نے جہاں زندگی میں بہت ساری سہولیات پیدا کی ہیں۔ وہیں بہت سارے نئے مسائل بھی پیدا کیے ہیں۔ جو فقہی بھی ہیں سیاسی اور سماجی بھی اور اجتماعی ومعاشرتی بھی۔ جدید سائنس اور اس سے متعلقہ علوم کو جانے بغیر ان کا صحیح جواب فراہم کرنا ممکن نہیں۔ اور اس وجہ سے روایتی علماء اسلام قوم کی فکری قیادت کرنے میں ناکام ہیں۔ برج کورس علماء کو جدید دور، جدید دنیا اور جدید علوم سے واقف کروائے گا۔ اور یہاں سے قوم کو رجال کار مل سکیں گے۔

برج کورس کا تعارف، مقصد اور طریقۂ کار:

مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم اور طریقہ تعلیم میں تبدیلی کی آواز کو سو سال سے زیادہ ہو گئے۔ اس پورے عرصہ میں تبدیلیوں کی اس ہمدردانہ صدا پر جن مدارس نے کان لگائے ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی ہے۔ ایک سروے رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں 35 ہزار مدرسے ہیں جن سے ہر سال لگ بھگ ایک لاکھ طلبہ

فارغ ہوکر نکلتے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کی تمام خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے بھی حقیقت یہ ہے کہ ان کی عظیم تعداد آج بھی عصرِ حاضر کے تقاضوں سے یکسر منہ موڑے ہوئے عہد قدیم میں جی رہی ہے۔اور بدلے زمانہ کی کوئی ہوا اپنے طلبہ کو لگنے دینا نہیں چاہتی۔اس فکری جمود اور عملی غفلت کے عمومی رویہ کے درمیان مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے عربی مدارس کے طلبہ کے لیے ایک انقلابی قدم اٹھایا ہے۔جس سے اگر مدارس نے کماحقہ فائدہ اٹھایا تو اس کے زبردست نتائج نکل سکتے ہیں۔''ملک بھر میں پھیلے ہوئے مختلف مکاتب اور مسالک فکر کے علماء کے شفاف انتخاب کے ذریعہ انہیں ساری انسانیت کے لیے مفید ترین بنانا برج کورس کا بنیادی مقصد ہے۔اس ایک سالہ کورس کا مقصد بیدار مغز اور خداترس علماء کی ایک ایسی نسل تیار کرنا ہے جو انگریزی زبان پر قدرت کاملہ کے ساتھ عہد جدید کے مسائل سے پوری طرح آگاہ ہو،انگریزی زبان،انفارمیشن ٹکنالوجی،سماجی وعمرانی علوم کے ساتھ ساتھ فکرونظر کے طریقوں اور غوروفکر کے عصری تقاضوں سے واقف ہو''۔

29 جنوری 2015 تا یکم فروری 2015 راقم نے چار دن یونیورسٹی میں گزار کر برج کورس کے اس نئے تجربہ کا قریب سے مشاہدہ کیا۔اس کے طلبہ واساتذہ سے تبادلہ خیال کیا۔اس کے ڈائرکٹر پروفیسر راشد شاز سے گفتگو کی۔ نیز یونیورسٹی کے بعض دوسرے اساتذہ اور دانشوروں سے بھی اس سلسلہ میں ملاقاتیں کیں۔ان مشاہدات وتاثرات کو ذیل میں قلم بند کیا جاتا ہے تاکہ برج کورس کی ایک صحیح اور معروضی تصویر سامنے آسکے اور جو لوگ اس کے بارے میں منفی پروپیگنڈا کررہے ہیں اس کا صحیح جواب سامنے آئے۔

سید حامد مرحوم نے اپنی وائس چانسلرشپ کے زمانہ میں عربی مدارس کے طلبہ کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے جوڑنے کے لیے سوچا تھا۔اس کے لیے انہوں نے انگریزی کے ایک ٹیسٹ کے بعد 18 مدارس کے طلبہ کو اردو فارسی، عربی اور اسلامک اسٹڈیز نیز تھیالوجی میں داخلہ دیا۔اور یہ سلسلہ جاری رہا،منظور شدہ مدارس کی تعداد بڑھی۔آج 50 سے زیادہ مدارس یونیورسٹی میں Recognised ہیں۔تاہم ان مدارس کے طلبہ صرف مذکورہ محدود کورسوں میں ہی جاسکتے ہیں۔وہ mainstream میں داخلہ کے مجاز نہیں ہیں۔اس کے بعد دوسرا قدم یونیورسٹی نے یہ اٹھایا کہ Center for Promotion of Science قائم کیا اور مدارس کے اساتذہ کے تربیتی ورکشاپ منعقد کیے،جن میں ان کو عصری علوم کی مبادیات سے واقف کروایا جاتا۔لیکن مدارس کی سرد مہری کے باعث یہ سینٹر اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہوا اور جلد ہی Inactive ہوکر رہ گیا۔البتہ نئے وائس چانسلر جناب لیفٹیننٹ جنرل ضمیر الدین شاہ نے مدارس کے طلبہ کو یونیورسٹی کے mainstream میں داخلہ دینے کا سوچا اور اس کو اپنا Dream project بنالیا۔صلاح ومشورہ کے ایک لمبے پراسس کے بعد اکیڈمک کونسل کی پوری رضامندی سے برج کورس کو منظوری دی گئی۔اس کونسل میں مسلم یونیورسٹی کی تمام فیکلٹیوں کے چیئرمین،ڈپارٹمنوں کے ہیڈز اور سبھی

سینٹروں کے صدور شامل تھے۔ سینٹر فار پروموشن آف سائنس میں پروفیسر راشد شاز نے چند طلبہ اور چند کرسیوں اور معمولی سے ساز وسامان کے ساتھ کلاس کی شروعات کردی۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں اور واقف کاروں کو متوجہ کیا۔ اپنی جیب خاص سے بھی کافی خرچ کیا اور اپنے یونیورسٹی کے دوستوں کو رضا کارانہ لیکچر دینے پر آمادہ کیا۔ پروفیسر شاز کی ذاتی دل چسپی اور قربانیوں سے طلبہ کے اور ان کے رفقاء کار کے حوصلے بلند رہے اور یوں کارواں چل پڑا۔ تاہم مخالف عناصر بھی متحرک ہوئے اور جلد ہی ان کو اس سینٹر سے اٹھ جانا پڑا۔ اب وہ اردو بلڈنگ میں منتقل ہوا جہاں انفراسکچر اچھا تھا اور اگر اس شعبہ کو وہاں کام کرنے کا موقع ملتا تو زیادہ بہتر نتائج نکلتے، لیکن یہاں بھی شعبہ کی اندرونی سیاست متحرک ہوگئی اور جلد ہی برج کورس کے طلبہ کو اس بلڈنگ کو بھی خالی کرنا پڑا۔ اس کے بعد برج کورس کو ایس ایس ہال (شمالی) کی ایک وسیع عمارت مل گئی جہاں اب یہ شعبہ کامیابی سے چل رہا ہے۔ 2013 سے شروع ہونے والے اس کورس کا یہ دوسرا بیچ ہے۔ جس میں 58 طلبہ وطالباتِ مدارس ہیں۔ اور اب سیشن کا اخیر حصہ چل رہا ہے۔ طلبہ وطالبات فائنل ایگزام کی تیاریوں میں جتے ہوئے ہیں۔

برج کورس کا ہدف: برج کورس کا مقصد مدارس اسلامیہ کے طلبہ کو mainstream سے جوڑنا ہے۔ ابھی یہ ایک سالہ کورس ہے۔ اور لاء، سوشل سائنس اور آرٹ میں ہی ان طلبہ کو داخلہ ملتا ہے۔ کئی طلبہ ان شعبوں میں داخلہ لے چکے ہیں۔ ابھی یہ زیر غور ہے کہ اس کورس کو دو سال کا کر دیا جائے اور دوسرے سال میں طلبہ کو Natural Sciences بھی پڑھائے جائیں جس کے بعد یہ طلبہ سائنس اور انجینئرنگ کی Stream میں بھی جاسکیں گے۔ ایک سالہ کورس کے بعد ان طلبہ کو یونیورسٹی نے Internal طلبہ کا درجہ دے دیا ہے۔ اوپر ہم نے ماضی کی جس تعلیمی روایت کا تذکرہ کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ برج کورس جدید دور میں اس تعلیمی روایت کے احیاء کی ایک کوشش ہے جس کی کامیابی کی شکل میں بے نظیر نتائج ملک وملت کے لیے نکلیں گے۔

برج کورس: تفصیلی نصاب کی بعض جھلکیاں:

انگلش: انگلش آج ایک بین الاقوامی زبان بن چکی ہے۔ اور کسی بھی فرد کو اسے جانے بغیر کچھ کرنا بے حد دشوار ہے۔ خاص طور پر دعوت وتبلیغ کے لیے اسلام سے متعلق غلط فہمیاں دور کرنے کے لیے۔ اور خود اچھی معاش اور اچھی جاب وغیرہ کے حصول کے لیے انگریزی زبان جاننا انتہائی ناگزیر ہے۔ اس کے لیے برج کورس میں زبان سکھانے کا جو نصاب ہے اس میں 4 چیزوں کی مہارت طالب علم کو دی جاتی ہے: سننا، پڑھنا، لکھنا اور بولنا۔ سننے کے لیے رکارڈ کردہ گفتگو، بولنے کی مہارت کے لیے طلبہ کی ایک دوسرے سے گفتگو، سوال جواب، ڈبیٹ وغیرہ کرائے جاتے ہیں۔ پڑھنے کی صلاحیت کے لیے ان کو مختلف لٹریری، نان لٹریری اقتباسات اور شارٹ اسٹوری، نیوز آرٹیکل وغیرہ دیے جاتے ہیں۔ جبکہ لکھنے کی مشق کے لیے ان سے پیرا گراف، خطوط، چھوٹے چھوٹے مضامین

وغیرہ لکھوائے جاتے ہیں۔انگریزی کے دو پیریڈ ہیں اس میں زیادہ سے زیادہ 75 نمبرات اور کم از کم 25 مارکس لانے ہوتے ہیں۔Adian Holf کی کتاب Language in Use سے مدد لی جاتی ہے۔

Conceptual Writing: برج کورس کا دوسرا پیریڈ ہے جس میں زیادہ سے نمبر 50 اور کوالیفائنگ نمبر 17 ہیں۔اس میں طالب علم کو یہ ہنر سکھایا جاتا ہے کہ وہ اپنے مافی الضمیر کو انگریزی میں درست انداز میں کس طرح پیش کرسکتا ہے۔جملوں کی ساخت، الفاظ کی نشست، تراکیب کا صحیح استعمال، ایڈیٹنگ، نظر ثانی، ابتدائی خاکہ پھر پورے مضمون کو ڈھنگ سے ترتیب دینا وغیرہ اس میں بتائے جاتے ہیں۔ Great Speeches in History ولیم سیفر، The lost art of great Speech اور **مالکم ایکس کی آخری تقریروں** سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

عام معلومات اور عالمی تعلقات: اس میں بھی زیادہ سے زیادہ نمبر 50 اور کوالیفائنگ نمبر 17 ہیں۔

اس مضمون میں ماضی وحال کی دنیا کی تاریخ، انڈیا کی تاریخ کے اہم واقعات، اہم جگہوں، شہروں، اداروں، کھیلوں، دارالحکومتوں وغیرہ کا تعارف، نیز عالمی اداروں، UNO اور اس کے 100 کے قریب ذیلی اداروں مثلاً یونیسکو، سلامتی کونسل، جنرل اسمبلی، اکوسوک وغیرہ اور آئی ایم ایف W.B آئی اے ای اے، ICC,ICJ یونیسیف، یوان ڈی پی کا تعارف، ہندوستان کی تاریخ اور تاریخ عالم، گاندھی کا عہد، انڈیا کی مختلف ریاستیں، جنگلات، نیشنل پارک، ساحلی شہر، نیشنل ہائی وے، دنیا کے بڑے سمندر، ماحولیات، ماحولیاتی سائنس، توانائی کے ذرائع، سائنس وٹیکنالوجی کے اہم ادارے دنیا کے مشہور مصنفین، مشہور کتابیں، مقالے، ڈرامے وغیرہ اور بہت سی معلومات طلبہ کو دی جاتی ہے اس میں بھی زیادہ سے زیادہ مارکس 50 کوالیفائنگ مارکس 17 ہیں۔

سیاسیات: سیاسیات کی تعریف، مغربی اور اسلامی سیاست کا تعارف تاریخ، عہد حاضر کی سیاسی تاریخ، سیاسی نظریات، سیاسی تحریکیں، شخصیات اور سیاست داں، 9/11 کے بعد دنیا کے مختلف علاقوں میں تنازعات کی تاریخ، دنیا کا سیاسی ماحول، پاک وہند کی سیاست، دونوں ملکوں کے مابین کشمکش، آزادی کے بعد ہند کی سیاست، عہد، ادارے، تحریکات، جنوب وشمال کی سیاست، ہندتو کی سیاست، اجودھیا تنازعہ وغیرہ اور بہت سے ذیلی عناوین اس میں پڑھائے جاتے ہیں۔

سوشیالوجی: زیادہ سے زیادہ مارکس: 15 کم سے کم: 6

سوشیالوجی یا علم العمران کیا ہے؟ مغربی اسلامی پیراڈائم، سوسائٹی، سوشیالوجی اور دوسرے علوم سے اس کا تعلق، بنیادی تصورات، سوشل ادارے کلچر اور سوسائٹی، سوشل تبدیلیاں، ماحول اور سوسائٹی، مغربی سوشل مفکرین، انڈین سوشیالوجسٹس، سامراج، نیشنل ازم، ذاتیں اور فرقے، ہندوستانی آبادیوں کی تقسیم، شہری، دیہاتی، سماجی عام برابری،

اونچ نیچ، ثقافتی تنوع، فرقہ واریت، ذات پات، ریجلزم، ماڈرنائزیشن، ویسٹرنا ئیزیشن، سیکولرائزیشن، وغیرہ۔ نیز اور بہت سے مختلف ذیلی موضوعات زیر درس آتے ہیں۔

جغرافیہ: زیادہ سے زیادہ مارکس:15 کوالیفائنگ:6

اس میں انسانی جغرافیہ کے اسباب، آبادی کی تقسیم، کثافت اور گروتھ، صحراء نوردی، منڈی، زراعت، تجارت، انڈسٹری، واٹر ٹرانسپورٹ، توانائی، کوئلہ، بجلی، رسوئی گیس وغیرہ پڑھائے جاتے ہیں۔

تاریخ: زیادہ سے زیادہ مارکس:15 کوالیفائنگ مارکس:6

تاریخ کیا ہے، اسلامی تاریخ، اسلامی تاریخ نگاری کی تنقید، قدیم انڈین تاریخ، انڈیا کے مختلف مذاہب، برہمنیت، بودھ مت، جین مت کی تاریخ، عہد اسلامی کا ہندوستان، صوفی و بھگتی تحریکات، آئین اکبری، البیرونی کی کتاب الہند، جدید ہند، انگریزی سامراج، آزادی کی تحریکات گاندھین عہد و مابعد کی تحریکات، آئین ہند کا ارتقاء وغیرہ، اور متعدد موضوعات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

معاشیات: زیادہ سے زیاہ مارکس:15 کوالیفائنگ مارکس:6

یہ موجودہ دور کا بہت اہم مضمون ہے۔ اس میں طلبہ کو معاشیات کی تعریف، معاشیات کے بنیادی مسائل، پرو ڈکشن، ذرائع لاگت، امکانات، مائکرو اکنامک اور میکرو اکنامک، جی این پی، جی ڈی پی، اور این ڈی پی، گورنمنٹ بجٹ، روزگار، افراط زر، معاشی نقصانات، فری مارکیٹ، افادیت، ڈیمانڈ اینڈ سپلائی صارف وصارفین وغیرہ چیزوں سے واقف کرایا جاتا ہے۔ اور اس کے درجنوں ذیلی موضوعات پر گفتگو ہوتی ہے۔

ریاضیات: زیادہ سے زیادہ مارکس:75 کوالیفائنگ مارکس:25

اس پرچہ میں جدید ریاضی کی اساسیات، نمبر تھیوری، تقسیم ایل سی ایم، HCF، الجبرا، وغیرہ کو Reasonig کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے۔ Reasonig نمبر اور الفاظ دونوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ اور Symbols اور ڈایاگرام کوڈنگ سکھائی جاتی ہے۔ وغیرہ

کمپیوٹر اپلی کیشن: زیادہ سے زیاہ مارکس 100 کوالیفائنگ مارکس 33

اس گھنٹہ میں طلبہ کو کمپیوٹر کا تعارف، استعمال، اس کی بنیادی باتیں، الیمنٹ آف ورڈ پروسیسنگ، اسپریڈ شیٹ، میکنگ اسمال پریزنٹیشن، انٹرنیٹ وغیرہ تمام مبادیات اور وہ چیزیں بتادی جاتی ہیں جن کی ایک تحقیق کار اور ریسرچ کرنے والے کو حاجت ہوتی ہے اور کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے عام استعمال میں ضرورت پڑتی ہے۔ اس کورس کو کرنے کے بعد طالب علم نیٹ ٹیکنالوجی سے بخوبی واقف ہوجاتا ہے، وہ کمپیوٹر پر اپنا کام بھی کرسکتا ہے اور کسی کمپنی وغیرہ میں اس میدان میں جاب بھی کرسکتا ہے۔

33: کوالیفائنگ 100: زیادہ سے زیادہ مارکس: انڈر اسینڈنگ Interfaith اور Intra-faith

طلبۂ مدارس کی اٹھان، معلومات، بنیادی کام اور کارِ دعوت و اصلاح اور ملی وحدت اور بین الاقوامی کردار کے نقطۂ نگاہ سے یہ اس پورے پروگرام کا اہم پیریڈ ہے۔ اس میں طلبہ کو اسلام اور دوسرے مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ کرانے کے ساتھ خود مسلمانوں کے درمیان جتنے فرقے اور مسالک اور مکاتب فکر ہیں ان میں وحدتِ فکر اور نقطہ اشتراک وراہ اعتدال کی تلاش کی جاتی ہے۔ برج کورس میں حنفی، اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت سے وابستہ طلبہ باہم شیر وشکر ہیں۔ اس گھنٹہ کے لیے مذاکرۂ سبت کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے کیونکہ اس مذاکرۂ سبت میں استاد طلبہ کے سامنے بعض مشکل سوالات اٹھاتے ہیں اور طلبہ پوری آزادی کے ساتھ عقلی غور وفکر کے ساتھ ان کا جواب ڈھونڈتے ہیں۔ اور اہم اور نازک مسائل پر بات چیت کرتے ہیں۔ کھلا Discussion اور Debate ہوتا ہے۔ جس کے اثرات مناظرانہ نہیں بلکہ نہات خوش گوار ہیں۔ راقم نے بچشم حیرت خود ملاحظہ کیے ہیں۔ (ماخذ: Bridge Course Report 2013-14 Page 35 to 56)

طریقۂ کار: یونیورسٹی کے دوسرے شعبوں کے برخلاف یہ شعبہ غیر معمولی طور پر متحرک ہے۔ کلاسیس 8 بجے صبح سے شروع ہوکر شام تک چلتی رہتی ہیں۔ اور کبھی تو رات کے 8 بج جاتے ہیں۔ طلبہ میں جوش وخروش ہے۔ وہ بڑے اہتمام سے انگریزی اور دوسرے علوم میں محنت کررہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی قابل قدر صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے اس کو دیکھ کر شعبہ کے سالانہ فنکشن میں وائس چانسلر ضمیر الدین شاہ نے بھی اپنی حیرت کا اظہار کیا اور شعبہ کے ڈائریکٹر پروفیسر شاز اور طلبہ کی خاصی ستائش کی۔ یونیورسٹی کے دوسرے ڈپارٹمنٹوں اور فیکلٹیوں سے استاد آتے ہیں اور لیکچر دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ برج کورس کے لیے انگریزی اور دوسرے مضامین کے لیے الگ سے بھی استاد رکھے گئے ہیں۔ طلبہ کو اسائن منٹ دیے جاتے ہیں۔ جن کے ذریعہ ان کی صلاحیتوں کو Polish اور صیقل کیا جارہا ہے۔

حصولیابیاں: تمام مخالفتوں، نامساعد حالات اور عملی دشواریوں کے باوجود کئی اہم حصولیابیاں برج کورس نے کی ہیں۔ برج کورس کی حصول یابیوں کے بارے میں سب سے بہتر رائے اس کے طلبہ وطالبات کی ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اس کورس کے اثرات طلبہ پر خوشگوار پڑرہے ہیں یا ناخوشگوار اس کو جاننے کے لیے راقم نے طلبہ سے ان کے تحریری تاثرات لیے۔ تاکہ ان کے آزادانہ اور کھل کر اظہار کردہ خیالات سامنے آئیں۔ ان میں سے چند تاثرات آگے پیش کئے جائیں گے اور اس کورس کی پیش رفت کو طلبہ ہی کے تاثرات کے ذریعہ پرکھنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کورس کی حصولیابیوں میں کئی باتیں اہم ہیں:

1- ایک تو یہ کہ اس کے پہلے بیچ کے فارغین میں سے متعدد طلبہ نے ملک کی مختلف یونیورسٹیوں میں داخلہ

لے لیا ہے۔اور وہ mainstream کے مختلف شعبوں میں چلے گئے ہیں۔

2- دوسرا یہ کہ برج کورس کے طلبہ کو خود مسلم نیورسٹی نے Internal تسلیم کرلیا ہے۔ان کو سینئر سکینڈری کے مساوی سند دی جاتی ہے۔جس کے بعد وہ ڈائرکٹ سوشل سائنسز، لاء اور آرٹ کے مختلف کورس میں B.A کرنے کے مجاز ہوجاتے ہیں۔اب برج کورس مرکز برائے فروغ ثقافت وتعلیم مسلمانان ہند میں ضم کردیا گیا ہے۔ اور سرسید ہال (شمالی) کی ایک وسیع عمارت مستقل اس کے لیے الاٹ کردی گئی ہے۔

3- مسلم یونیورسٹی کے اس کامیاب تجربہ کے بعد ملک کے کئی اور حصوں میں اس تجربہ کے دہرانے کا خیال پیدا ہورہا ہے۔بوھرا فرقہ کے مذہبی لیڈر رسیدنا مفضل سیف الدین کے ایک وفد نے برج کورس کا دورہ کیا اور اپنے ہاں اس تجربہ کو شروع کرنے کی خواہش ظاہر کی۔اس وقت حالیہ بیچ میں کل 58 طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں۔اگلے سیشن کے لیے ان کی تعداد بڑھانے کا اعلان برج اکیڈمی نے کیا ہے۔

4- برج اکیڈمی کی حصولیابیوں میں یہ بھی ہیں:

ا۔ مائناریٹی افیئرس منسٹری نے تین سال کے لیے اس کورس کے لیے سالانہ 55 لاکھ روپے منظور کیے ہیں۔

۲۔ مائناریٹی افیئرس منسٹری اس کورس میں دل چسپی رکھتی ہے اور اس پر غور فکر کررہی ہے کہ اس تجربہ کو مزید دہرایا جائے۔

۳۔ پہلے سیمسٹر کے سارے طلبہ کے رپورٹ کارڈ کے مطابق انہوں نے main stream کے طلبہ سے زیادہ نمبرات حاصل کیے ہیں اور ان کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔اور یہ سبھی طلبہ کا رکارڈ ہے وہ جس اسٹریم میں بھی گئے ہیں ٹاپ پر ہیں۔

5- طلباء برج کورس کا ایک initiative:

آرٹ فیکلٹی اور ماس کمیونیکیشن کے طلبہ نے جن میں برج کورس کے طلباء بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں ایک نیا initiatev اے ایم یو انٹرنیٹ ٹی وی کا لیا ہے۔اس میں مرکز برائے فروغ تعلیم وثقافت مسلمانان ہند مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اس کو سپورٹ کررہا ہے۔اس کے مقاصد یہ ہیں:

ا۔ یونیورسٹی کی internal خبروں سے پوری یونیورسٹی برادری کو باخبر کرانا

۲۔ اس سے یہ معلوم ہوگا کہ کسی ایشو پر طلبہ کیا سوچتے ہیں

۳۔ یونیورسٹی کے مسائل کو highlight کرنا اور آسانی سے یونیورسٹی انتظامیہ تک اپنی بات پہنچانا

۴۔ یونیورسٹی میں جو کانفرنس اور سیمینار ہوں گے ان کے مثبت ومنفی اثرات پر نظر رکھنا

المدرسہ لٹریری اینڈ کلچرل سوسائٹی:

غیر نصابی سرگرمیوں کے بطور طلبہ کی لٹریری اور کلچرل صلاحیتوں کو جلا دینے کے لیے ایک سوسائٹی بھی قائم ہے۔اس سوسائٹی کے تحت اب تک برج کورس اکیڈمی نے متعدد پروگرام کیے ہیں۔اس کے علاوہ یہاں ملک و بیرون ملک سے متعدد مشاہیر اور علمی دنیا کی مختلف شخصیات بھی آچکی ہیں۔اور طلبہ کی صلاحیتوں کے سب قدرداں اور برج کے ڈائرکٹر پروفیسر راشد شاز اور ان کے رفقاء کی محنتوں اور جدوجہد کے سبھی معترف ہیں۔اس سوسائٹی کی جانب سے برج کورس اکیڈمی کا ایک باوقار اور شاندار لٹریری مجلّہ ''المدرسہ'' جو دوزبانی Bilingual ہے۔شائع ہونے جارہا ہے۔

برج کورس کی پیش رفت کا جائزہ:

برج کورس کی پیش رفت کا جائزہ لینے کے لیے خود برج کورس کے طلبہ وطالبات کے تاثرات،علی گڑھ کے دانشوروں اور علماء کے تاثرات اور اس پروگرام کی حصولیابیوں پر ایک نظر ڈالنے کی ضرورت ہے ۔ہم نے دانشوروں کی زبانی جو کچھ سنا،اخبارات میں جو رپورٹیں دیکھیں،ڈائرکٹر اور اسٹاف سے اور خود طلبہ وطالبات سے گفتگو کر کے جو محسوس کیا اس کو غیر جانبداری سے لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔لیکن اس بارے میں غالباً برج کورس کے طلبہ وطالبات کے محسوسات ومشاہدات اور تاثرات زیادہ اہم ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود اس تجربہ سے گزر رہے ہیں۔اس بات کی بھرپور کوشش کی گئی ہے کہ طلبہ وطالبات کے تاثرات آزادانہ،کھلے اور ہر قسم کے دباؤ سے خالی اور اندرون کی آواز ہوں۔ان کے تحریری جوابوں اور تاثرات کی چند جھلکیاں اگلی سطور میں ملاحظہ کریں۔

برج کورس کے طلبہ کیا کہتے ہیں؟

برج کورس کے بارے میں اس کے طلبہ وطالبات کے تاثرات آزادانہ طور پر جاننے کے لیے ان سے تقریباً 12 سوال کیے گئے ۔یہ سوال نامہ تقریباً 25 طلبہ وطالبات کو دیا گیا اور اس کے لیے طلبہ وطالبات کے انتخاب کی عمداً کوشش نہیں کی گئی تاکہ جو جواب آئیں وہ زیادہ سے زیادہ آزاد،کھلے اور واضح ہوں۔اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے کس مصنف کو زیادہ پڑھا ہے؟ کئی طلبہ وطالبات نے مولانا مودودی کا نام لیا۔دوسرے نمبر پر مولانا ابوالحسن علی ندوی کو پڑھنے والے طلبہ تھے۔تیسرے نمبر پر اقبال اور اس کے بعد کچھ اور مصنفوں کا طلبہ نے نام لیا۔مولانا مودودی کو پڑھنے والی زیادہ تر طالبات ہیں جبکہ مولانا علی میاں کو پڑھنے والے طلبہ۔اس سوال کے جواب میں کہ انہوں نے پروفیسر راشد شاز کی کتابیں پڑھی ہیں؟ 22 طلبہ وطالبات نے ہاں میں جواب دیا۔جوابات سے یہ بھی نکل کر آیا کہ طلبہ کے مقابلہ میں طالبات ان کو پڑھنے میں آگے ہیں۔اس سوال کے جواب

میں کہ شاز صاحب کی کتابوں کے مباحث اور خیالات سے مجموعی اتفاق ہے یا اختلاف؟ زیادہ تر طالب علموں نے کہا کہ وہ ان سے مجموعی طور پر اتفاق نہیں کرتے۔ پورا اتفاق کرنے والے چند ہی طلبہ ہیں۔ زیادہ تر نے اختلاف کا اور بعض نے تھوڑے اتفاق اور زیادہ اختلاف کا ذکر کیا۔

یونیورسٹی کے بعض دانشوروں نے اس خیال کا اظہار کیا تھا کہ پروفیسر راشد شاز چور دروازے سے طلبہ وطالبات پر اپنے خیالات تھوپ رہے ہیں اور برج کورس کو اپنے نظریات کے اظہار واشاعت کے ایک وسیلہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ اس بارے میں جب ڈائرکٹ پروفیسر شاز سے یہ سوال کیا گیا اور اس اندیشہ کو ان کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اس اندیشہ سے بچنے کے لیے ہی پہلے سال کے بیچ میں انہوں نے کورس کے طلبہ وطالبات پر اپنی کتابیں پڑھنے پر پابندی لگا دی تھی۔ گزشتہ بیچ کے وہ طلبہ جو برج کورس سے فارغ ہوکر اب mainstream میں جا چکے ہیں، ان سے بھی ڈائرکٹ یہی سوال کیا گیا اور آزادانہ طور پر پوچھا گیا کہ کیا ایسا ہے کہ پروفیسر شاز اپنے افکار برج کورس کے ذریعہ متعارف کروا رہے ہیں اور طلبہ وطالبات ان سے متاثر ہو رہے ہیں؟ تو ان طلبہ نے کھل کر بتایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور پروفیسر شاز صرف یہ چاہتے ہیں کہ عقل کا اور غور وفکر کا استعمال کیا جائے، اندھی تقلید کسی کی نہ کی جائے، خود پروفیسر شاز کی بھی نہیں۔ بلکہ سب لوگ اپنے خیالات کا کھل کر اظہار کریں، اپنے خیالات دوسروں سے شیئر کریں، مشکل سوالوں کا سامنا کریں اور غور وفکر سے اور تحقیق سے سوالوں کا جواب ڈھونڈیں۔

طالب علم عتیق الرحمٰن (فارغ جامعہ سلفیہ بنارس) کہتے ہیں: ''برج کورس فارغین مدارس کو اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب کرتا ہے، انہیں یہ بتاتا ہے کہ دنیا کی اصل قیادت وسیادت کے سزاوار امت مسلمہ کے افراد ہی ہیں، مجموعی طور پر میں برج کورس کو امت مسلمہ کی موجودہ صورت حال میں ایک مستحسن قدم کے طور پر دیکھتا ہوں''۔

طلبہ وطالبات کے تمام جوابوں کو پڑھنے اور جائزہ لینے کے بعد محسوس یہ ہوا کہ برج کورس کے طلبہ ذہنی طور پر Mature ہو چکے ہیں اور وہ پروفیسر شاز کی تحریریں پڑھنے کے باوجود ان سے اختلاف کا یارا رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ وہ پروفیسر شاز کی کتابوں کے مباحث سے مجموعی طور پر اتفاق رکھتے ہیں یا اختلاف؟ اکثر طلبہ کا کہنا تھا کہ وہ ان کے افکار سے کلی طور پر اتفاق نہیں رکھتے۔ اس سوال کے جواب میں کہ اختلاف ہے تو کتنا اور اختلاف ہے تو کتنا؟ بعض طلبہ نے کوئی جواب نہیں دیا، اور بعض طلبہ نے یہ جواب دیا کہ ''اختلاف کی بنسبت اتفاق کا پہلو غالب ہے''۔ ڈاکٹر شاز سے اختلاف کے سبب کے سلسلہ میں طالب علم مذکور نے واضح طور پر دو اسباب کی نشان دہی کی۔ انہوں نے کہا: ''احادیث کے سلسلہ میں واضح موقف کی عدم موجودگی اور سوالوں کے تسلی بخش جواب دینے سے گریز۔

مذاہبِ عالم اورمسالک کے درمیان افہام وتفہیم کے پروگرام کوبعض دانشوروں نے تنقید کا نشانہ بنایااور کہا کہ یہ برج کورس کا کام ہی نہیں،اس کے لیے تھیالو.جی اوراسلامک اسٹڈیز کے شعبے موجود ہیں۔اس خاص پیریڈاوراس کی افادیت کے بارے میں جس کو برج کورس میں Saturday Debate یامذاکرۂسبت کا نام دیا گیا ہے،طلبہ سے سوال کیا گیاتو طالب علم مذکورنے اپنا تحریری تاثر یوں دیا:

''مختلف مکاتب فکراوران کے ماننے والوں کے درمیان ربط باہمی اورافہام وتفہیم کے راستے اس سے ہموار ہوئے...... برج کورس چونکہ صرف اورصرف فارغین مدارس کے لیے ہے،اس میں کسی طرح کے مسلکی امتیاز کوجگہ نہیں دی گئی ہے، نیز ہمیں آپس میں ایک دوسرے سے مل جل کر رہنے اورایک دوسرے کوقبول کرنے کے لیے تیار کیا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ برج کورس کی بڑی کامیابی ہے''۔

طالب علم محمد تہور حسین نے ایک سلفی ادارہ المعہد السّلفی رچھا بریلی سے عالمیت کی ہے اوروہ Law میں جانا چاہتے ہیں۔انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ کیا interfaith اور intra-faith انڈراسٹینڈنگ کا پروگرام جاری رہنا چاہیے؟ کہا کہ ہاں جاری رہنا چاہیے۔ان کے الفاظ میں:''ہماری بہت خواہش ہے کہ یہ پروگرام ہمیشہ جاری رہنا چاہیے''۔برج کورس کے بارے میں تہور حسین کا یہ خیال ہے کہ:''مدارس کے طلبہ کے لیے یہ بہت اچھا کورس ہے جس کے ذریعہ مدارس کے طلبہ وطالبات ہرمیدان میں ایک مقام پیدا کرسکتے ہیں۔جس چیز کی قوم کوضرورت تھی اورمدارس کے طلبہ جس چیز کے لیے بے تاب تھے وہ چیز علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے مدارس کے طلبہ کودی ہے جواورکسی یونیورسٹی نے نہیں دی''۔تہور حسین یہ بھی کہتے ہیں:''مدارس کے نصاب تعلیم میں زمانہ کے حساب سے بہت کچھ تبدیلیاں ہونی چاہییں''۔بعض طلبہ نسبتاً زیادہ وسیع اورناقدانہ ذہن بھی رکھتے ہیں۔طالب علم محمد الیاس (عمر 20 سال) نے جامعۃ الفلاح بلیریا گنج سے عالمیت کی ہے،وہ انگلش میں جانا چاہتے ہیں۔انہوں نے برج کورس کے بارے میں اپنا تاثر دیااوراس میں مزید اصلاح لانے کا سجھاؤ بھی:''برج کورس بذات خودایک اچھاقدم ہےلیکن نصاب متعین نہیں ہے،انگلش کی کتاب بہت ہی ابتدائی ہےجس میں کچھ زیادہ vocabulary نہیں ہے،مزید اساتذہ کی بھی قلت محسوس ہوتی ہے''

اس تاثر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ طلبہ محض لکیر کے فقیر نہیں ناقدانہ ذہن بھی رکھتے ہیں۔محمد الیاس نے ڈاکٹر شاز کو پڑھا ہے اس سوال کے جواب میں کہ وہ ان سے اتفاق رکھتے ہیں یااختلاف؟ اگر ہاں تو کتنا اختلاف اورکتنا اتفاق؟ ان کا جواب تھا کہ 80 فیصد اتفاق اور 20 فیصد اختلاف''۔انہوں نے مزید تبصرہ کیا:''متحدہ اسلام کے منشور کے ابتدائی حصہ میں موصوف کا انداز تحریر کچھ زیادہ ہی سخت ہے''۔

محمد اشرف اعظمی (فارغ دارالعلوم دیوبند،فضیلت) جو انگلش میں جانا چاہتے ہیں وہ اس کورس کواس

نظر سے دیکھتے ہیں: ''برج کورس مدارس دینیہ کے طلبہ کے لیے دینی و دنیوی تعلیم کا ایک حسین امتزاج ہے''۔
امتیاز شمیم کی عمر ابھی کل 19 سال ہے، انہوں نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے عالمیت کی ہے، وہ انگریزی زبان وادب میں B.A آنرز کرنے کے ساتھ علوم جدیدہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ ادب عربی اور اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہیں، مولانا علی میاں ندوی ان کے سب سے پسندیدہ مصنف ہیں۔ یہ پروفیسر شاذ کے افکار سے قدرے اختلاف اور قدرے اتفاق کرتے ہیں۔ ان کے عزائم بلند ہیں اور بہت کچھ کر جانے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ امتیاز شمیم سے interfaith اور intra-faith انڈراسٹینڈنگ پروگرام کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب کچھ یوں تھا: ''میرے ذہن وخیال میں اس پروگرام میں ہر مسلک کے افراد کا ایک ساتھ شانہ بشانہ بیٹھ کرامت اسلامیہ کے مسلکی اختلافات ونزاعات کو غور وفکر کے ذریعہ حل کرنے اور اسلام کے علاوہ دیگر ادیان ومذاہب (یہودیت وعیسائیت) سے انٹرایکشن کی یہ کوشش بڑی حد تک مفید بلکہ پہلا کامیاب تجربہ ہے''۔
ان سے سوال کیا گیا کہ عربی مدارس کا جو نظام تعلیم ہے اس میں آپ کے نزدیک کیا تبدیلیاں ہونی چاہییں؟ امتیاز شمیم نے لکھا:

''عربی مدارس کا جو نظام تعلیم ہو وہ دینی علوم کے ساتھ عصری فنون پر بھی مبنی ہونا چاہیے کہ اسی صورت میں ہم اسلام کے علمبردار اپنے دشمنوں ومخالفوں کو چیلنج کر سکتے ہیں اور کھوئی ہوئی قیادت وسیادت ہمارے ہاتھ آسکتی ہے''۔

برج کورس کی یونیورسٹی کیمپس میں اور باہر جو مخالفت ہو رہی ہے اس کے بارے میں امتیاز کے لب ولہجہ میں بڑا شکوہ اور تنقید میں حدت ان کے الفاظ میں صاف محسوس ہوتی ہے۔: ''واضح رہے کہ برج کورس کا یہ تجربہ نہایت کامیاب ہے اور طلبہ مُدارس کے لیے بے حد مفید ہے۔ باوجود اس کے اگر کسی خاص شخصیت کے پیش نظر کوئی اس کی مخالفت پر تلا رہے تو یہ ایک احمقانہ بلکہ منافقانہ عمل ہوگا، کہ ظاہراً تو وہ اسلام کا حامی ہے لیکن اس کے اندرون میں اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی اور ترقی کے میدان میں مسلمانوں کے آگے نہ بڑھنے کا جذبہ چھپا ہوا ہے''۔

برج کورس سے طلبہ کے درمیان افہام وتفہیم کی کیا فضا بن رہی ہے، یہ طلبہ وطالبات آگے کس رخ پر جائیں گے۔ جامعۃ الصالحات رامپور سے عالمہ اور برج کورس کی طالبہ سما آفرین ابھی 15 سال کی ہیں مگر ان کے عزائم بہت بلند ہیں وحدت امت کے موضوع پر انہوں نے اپنا پوائنٹ بڑی خوبی ووضاحت سے پیش کیا:
''میرا اصل مقصد یہ ہے کہ چیزوں کی اصلیت کو پہچان سکوں، جیسا کہ شیعہ سنی اختلاف کا ایشو ہے یا اور بہت سے مسائل ہیں جن کو لیکر لوگ لڑتے جھگڑتے رہتے ہیں مگر اس پر غور وفکر نہیں کرتے کہ اصل میں ان کی حقیقت کیا ہے۔ اور وہ آباء واجداد کی پیروی کرتے رہتے ہیں جبکہ اللہ رب العزت نے ہم سب کو دل ودماغ دیا ہے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے تو ضروری ہے کہ ہم سب غور وفکر کریں اور کسی چیز کو ایشو نہ بنائیں۔ ایک وہ

دورتھا کہ مسلمانوں کی دنیا پر حکومت تھی اوروہ کامیاب تھے،ایسا کیوں تھا؟ کیونکہ ان کے درمیان اختلافات کے باوجود اتحاد تھا اور قومیں تبھی کامیاب ہوتی ہیں جب ان کے درمیان اتحاد ہوتا ہے''۔سما آفرین کے پسندیدہ مصنف مولانا مودودی ہیں وہ B.A آنرز کریں گی اور پروفیسر راشد شاز کے خیالات سے اتفاق کرتی ہیں،مطالعہ عربی، اردو انگریزی میں کرتی ہیں اور انگریزی میں اس کی عالمی اہمیت کے پیش نظر عبور حاصل کرنا چاہتی ہیں۔سما کا کہنا ہے کہ:''مذاہب اور مسالک کے درمیان افہام وتفہیم کے پروگرام سے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں میں اضافہ ہوا''۔

سرفراز احمد (عمر 19 سال) نے دارالعلوم ندوۃ العلماء سے عالمیت کی ہے۔ان کو زیادہ دل چسپی انگریزی سے ہے۔پسندیدہ مصنف مولانا ابوالحسن علی ندوی ہیں، برج کورس کے بعد انگلش لٹریچر میں جانا چاہتے ہیں۔راشد شاز کی کتابیں پڑھی ہیں اور''ان کی زیادہ تر باتوں سے اتفاق ہے کچھ میں اختلاف بھی ہے''۔یہ محسوس کرتے ہیں کہ مذاہب اور مسالک کے درمیان افہام وتفہیم کا پروگرام''بین الاقوامی طور پر ہونا چاہیے''۔سرفراز کہتے ہیں کہ:''برج کورس کو موجودہ گیپ کو برج کرنے (پاٹنے) کے لیے کھولا گیا ہے تاکہ مدارس کے طلبہ ایک ہی وقت میں عالم دین بھی ہوں اور ساتھ ہی سماجی کارکن بھی ہوں''۔ان کے عزائم بلند ہیں اور یہ سول سرونٹ بننا چاہتے ہیں۔

ندوۃ العلماء سے عالمیت کرنے والے محمد سلمان صادق (عمر 18 سال) برج کورس کے بعد آرٹ میں جانا چاہتے ہیں۔انگریزی اردو سے دل چسپی رکھتے ہیں۔پسندیدہ مصنف ابوالحسن علی ندوی ہیں۔ڈاکٹر شاز کی صرف ایک کتاب پڑھی ہے ان کے''افکار سے اختلاف اور کچھ سے اتفاق کرتے ہیں''۔برج کورس کے بارے میں بڑے مثبت جذبات رکھتے ہیں۔محمد سلمان صادق کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

''برج کورس مانند کشتیٔ نوح ہے،جس کے کھیون ہار''راشد شاز''ہیں کہ کشتی نوح میں تمام مخلوقات کا ایک ایک جوڑا رکھا گیا تھا تاکہ نسل فروغ پاسکے،ٹھیک اسی طرح (برج کورس) میں طلبہ مدارس مسالک کے بارے میں سرجوڑ کر سوچتے ہیں،دوسرے مسالک کو سنتے ہیں اور مذاکرۂ سبت میں تمام طلبہ وطالبات آپس میں تبادلۂ خیالات کرتے اور رطب ویابس میں فرق محسوس کر رہے ہیں۔جس سے مسلمانوں میں اجتماعیت اور شیرازہ بندی ہوسکے اور ایک دوسرے کے دست وگریبان کو کھینچنے سے اور خون کی ہولیوں سے بچا جاسکے۔''

برج کورس نے قدیم روایتی مدارس کے فارغین کے اندر بھی جدید علوم کا شوق پیدا کردیا ہے، چنانچہ محمد رفیق (عمر 23) مدرسہ شاہی مرادآباد کے فاضل ہیں،انہوں نے بتایا کہ''وہ برج کورس کے بعد عصری علوم پڑھنا چاہیں گے خصوصاً انگلش''برج کورس میں پڑھنے کا مقصد بھی انہوں نے یوں بتایا:''کم وقت میں جملہ عصری علوم کے بارے میں پڑھنا''ان کو انگریزی سے دل چسپی ہے،رفیق نے راشد شاز کی کتابیں نہیں پڑھیں۔

اجمل حسین (عمر 20) نے عالیہ عربیہ مؤ سے عالمیت کی ہے،انگریزی یا عربی میں جانا چاہیں گے۔برج کورس میں

پڑھنے کا مقصد انہوں نے ''امت کے انتشار کو ختم کرنا'' بتایا۔ یہ چاہتے ہیں کہ :انگریزی پڑھ کر West میں بھی دینی خدمات انجام دے سکوں''۔محمد نثار فیضی (19) نے دارالعلوم مؤ سے فضیلت کی ہے۔ برج کورس میں داخلہ کی تحریک یوں ہوئی کہ :''معاشیات پڑھنے کا شوق تھا''۔ برج کورس میں پڑھنے کا مقصد نثار نے بتایا:''میں سمجھتا ہوں کہ صرف مدرسے میں معلم بن کر ہی دین کی خدمت نہیں کی جاسکتی بلکہ عصری علوم کو حاصل کر کے بھی امت مسلمہ کی خدمت کی جاسکتی ہے۔اس لیے میں نے برج کورس میں داخلہ لیا ہے''۔ان کا احساس ہے:''برج کورس ہمیں عصری علوم میں پختگی کے ساتھ ہی بین الاقوامی طور پر سوچنے کا ایک طریقہ بھی دیتا ہے''۔

محمد قاسم (23) نے عالمیت ندوہ سے کی ہے۔انگریزی سے B.A کرنا چاہتے ہیں۔ برج کورس میں پڑھنے کا مقصد ''عصری علوم سے دل چسپی'' کو بتاتے ہیں۔ برج کورس کے بارے میں احساس رکھتے ہیں کہ: ''برج کورس ہم تمام طلبۂ مدارس کے لیے نہایت مفید اور اہم ہے کیونکہ یہ کورس ہمیں ان علوم سے وابستہ ہونے کی راہ ہموار کرتا ہے جن کا سیکھنا ہم تمام داعیان اسلام کی ضرورت بن چکی ہے''۔

علماء ودانشور کیا کہتے ہیں: بات مکمل نہ ہوگی جب تک علی گڑھ کے علماء ودانشوروں کے خیالات اس کورس کی افادیت کے بارے میں معلوم نہیں کیے جاتے، چنانچہ راقم نے علماء ودانشوروں سے ملاقات کر کے برج کورس کے اور اس کے سلسلہ میں جو اعتراضات اخبارات کے ذریعہ پھیلائے جارہے ہیں ان کے بارے میں ان کے تاثرات جاننا چاہے۔ ان میں بعض حضرات خود یونیورسٹی کے اندر ہیں اور بعض باہر کے۔بعض بہت پُر امید ہیں تو بعض کچھ تحفظات بھی رکھتے ہیں۔ یہاں کئی دانشوروں اور علماء کے خیالات پیش کیے جارہے ہیں۔

پروفیسر سعود عالم قاسمی سابق ڈین فیکلٹی آف دینیات:

''برج کورس کا تصور دو کناروں کو ملانا ہے مدارس اور یونیورسٹی کے درمیان جو خلیج ہے، اسے پاٹنا ہے، بنیادی طور پر یہ اچھا خیال ہے، مگر یہ جب ہی ہو سکے گا جب طلبہ کو Science اور انجینئرنگ میں بھی داخلہ دیا جائے۔البتہ جہاں تک Interfath اور Intera-faiths ڈائلاگ کی بات ہے تو وہ اس کورس کے دائرہ میں نہیں آتا۔اس کے لیے تھیالوجی ڈپارٹمنٹ موجود ہے۔اسلامک اسٹڈیز کا شعبہ موجود ہے۔طلبۂ مدارس یہاں اپنی شناخت، اپنی روحانیت اور قرآن وحدیث سے تعلق کو باقی رکھیں۔ یہ اچھا قدم تب ہوگا جب سرسید کے مشن اور وژن کو Follow کیا جائے یعنی اپنے ذاتی افکار ونظریات کو برج کورس سے بالکل الگ رکھا جائے''۔

پروفیسر علی محمد نقوی ڈین اور صدر شیعہ تھیالوجی:

''برج کورس سے مدرسہ اور یونیورسٹی دونوں کو فائدہ ہوگا۔ مدرسہ میں جمود ورکود ہے لیکن اہل مدرسہ قدیم

علم پر اچھی گرفت رکھتے ہیں۔ برج کورس میں ان کا افق فکری وسیع ہوگا۔ اس کورس کو کر کے جب بعض علماء مدارس میں واپس جائیں گے تو مدرسوں میں پایا جانے والا جمود ٹوٹے گا۔ یونیورسٹی کو یہ فائدہ ہوگا کہ بہت سے موضوعات کے لیے وہ طلبہ ہاتھ آجائیں گے جن کی مصادر اصلیہ پر گہری نگاہ ہوگی، وہ اردو، فارسی، اسلامیات اور نئے موضوعات مثلاً پرسنل لاء، اسلامک بینکنگ اور لاء وقانون پر اچھی رسرچ وتحقیق کرسکیں گے۔ جہاں تک اس کی مخالفت کی بات ہے تو ہر نئی چیز کی مخالفت ہوتی ہے۔ ڈاکٹر راشد شاز جو کام برج کورس کے لیے کر رہے ہیں وہ بڑا زبردست ہے۔ اس کے نتائج مثبت نکلیں گے۔ اسلام کے بارے میں ان کی دل سوزی میں کوئی شک وشبہ نظر نہیں آتا۔ البتہ ان کے ذاتی نظریات کی جو بات معترضین کر رہے ہیں تو وہ ہوسکتے ہیں، لیکن میرے سامنے نہیں اس لیے ان پر اظہار خیال نہیں کرسکتا، البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ سرسید کے طریقۂ کار کو Follow کیا جائے۔ سرسید کے بھی اپنے نظریات تھے جو جمہور سے مختلف تھے ان کو انہوں نے یونیورسٹی سے الگ رکھا تھا۔''

ڈاکٹر مفتی محمد زاہد علی خان صدر شعبہ دینیات (سنی):

''برج کورس کا فیصلہ ایک اچھا فیصلہ ہے۔ اور یہ مدارس کے طلبہ کے لیے مفید ثابت ہوگا۔ لیکن میری ذاتی رائے یہ ہے کہ برج کورس کے بغیر بھی مدارس کے طلبہ کو بارھویں کے بعد انٹرنس Test میں بیٹھنے کی اجازت دی جائے اور ان کو B.A اور آرٹ میں داخلہ دیا جائے، کیونکہ گورنمنٹ آف انڈیا نے مدرسوں کی سند کو بارھویں کے مساوی مان لیا ہے۔ یہ برج کورس کے بارے میں ہے۔ جہاں تک مسلمانوں میں مسلکی اتحاد کی بات ہے تو یہ بہت اہم بھی ہے اور بہت نازک کام بھی۔ راشد شاز صاحب اپنے عملی رویہ میں اس کو ملحوظ رکھتے ہوں گے۔ مگر جو تقریریں ان کی میں نے سنی ہیں اور جو ان کا تحریری سرمایہ ہے وہ تو اور زیادہ تفریق پیدا کرنے والا ہے کہ وہ ہمارے 14 سو سالہ فکری سرمایہ کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

میری رائے یہ ہے کہ پہلے شیعہ سنی اختلافات کی فہرست بندی کی جائے کہ کون سے اختلافات عقائد کے ہیں اور کون سے فقہ کے اور کون سے دوسرے امور کے پیدا کردہ۔ اسی طرح اہل سنت میں جمہور امت اور سلفی، ظاہری اور اباضی وزیدی اور اسی طرح سے دیوبندی بریلوی، خانقاہی غیر خانقاہی، جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت وغیرہ میں جو باہم اختلافات ہیں ان کی فہرست بندی کی جائے پھر ان کا جائزہ لیا جائے اور تجزیہ کرنے میں نصوص، اجتہاد اور قطعیت وظنیت کے جائزہ کے ساتھ ایک سنجیدہ کوشش کرنے کے لیے مختلف نظریات رکھنے والوں کی ایک چھوٹی سی ٹیم بنا دی جائے اور وہ اپنی تجاویز پیش کرے اور ان کی روشنی میں اختلافات کا حل نکالا جائے۔ جو مسلکی بنیادوں پر مدارس قائم کیے گئے ہیں ان کی جگہ سب ایک مذہبی اسلامی یونیورسٹی قائم

کریں، جس میں موجودہ پائے جانے والے گروہوں کو تسلیم کیا جائے، اوران کو باقاعدہ رزرویشن دیکر نمائندگی دی جائے اور علمی تحقیق کو آگے بڑھانے کی اجازت دی جائے ۔یہی واحد راستہ ہے حریت فکری اور مخالف کے اعتراف کے ذریعہ ہی اتحاد قائم کیا جاسکتا ہے اوراس کے لیے ہندوستان سے بہتر کوئی سرزمین نہیں''

ڈاکٹر محمد ذکی کرمانی، مدیر اسلامی سائنسی مجلّہ''آیات'':

''برج کورس ایک انقلابی قدم ہے۔دراصل یہ دو پیراڈائم (نمونے) ہیں۔ایک اسلامی علوم کا جس کی ہمیں کچھ سمجھ نہیں ہے۔دوسرا مغربی پیراڈائم جو اس وقت دنیا پر رول کررہا ہے۔اسلامی علوم کے پیراڈائم کے شعور کی ضرورت ہے۔اگر ہم اس کو سمجھ لیں گے تو یہ پیراڈئم مغربی پیراڈائیم کے نقائص کو بھی دور کرے گا۔میں برج کورس کے طلبہ سے پُر امید ہوں۔رہی یہ بات کہ یہ طلبہ بھی Main Stream میں جاکر دنیا کھانے کمانے میں لگ جائیں گے تو اس کا اندیشہ تو ہے لیکن ایسا اگر ہوا بھی تو کم ازکم یہ طلبہ زیادہ باعزت طریقہ سے دنیا کمائیں گے۔تاہم یہ ہمارے لیے Desirable نہیں ہوگا اور میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر راشد شاز جیسے مفکر اوردردمند انسان کی تربیت میں رہ کر طلبہ یہ نہیں کریں گے یا کم سے کم سب یہ نہیں کریں گے۔اور ہمارا جو مقصد ہے اگر چند طلبہ بھی اس کو کرلے گئے تو یہی کافی ہے۔

پروفیسر اسمر بیگ: چیئر مین ڈپارٹمنٹ آف پولیٹکل سائنس:

پروفیسر اسمر بیگ برج کورس کے اوپر ہونے والی میٹنگوں میں شریک رہے ہیں ان کا کہنا تھا کہ:''یہ کورس یونیورسٹی کی اکیڈمک کونسل کے اتفاق رائے سے شروع کیا گیا ہے۔اکیڈمک کونسل میں یونیورسٹی کی تمام فیکلٹیوں کے صدور اور ڈپارٹمنٹوں کے چیئر مین شامل ہوتے ہیں۔اگر اکیڈمک کونسل کے دانشوروں کی تائید نہ ہوتی تو یہ تجویز پاس ہی نہ ہوتی اور کورس شروع نہ ہو پاتا''۔برج کورس کے بارے میں آپ کا تاثر کیا ہے؟اس سوال کے جواب میں وہ کہتے ہیں:''اس کا مقصد بہت اچھا ہے لیکن ابھی کورس شروع ہوا ہے بڑی ڈسکشن اورغوروخوض کے بعد ایک چیز سامنے آئی ہے۔اس کے نتائج کے تجزیہ کے لیے ابھی کچھ سال انتظار کرنا چاہیے''۔ جو لوگ اس کورس کی مخالفت کررہے ہیں اس کے بارے میں پروفیسر اسمر بیگ کہتے ہیں:''ان کی مخالفت کی وجہ سے یہ چیز بند نہیں ہوجائے گی ،لیکن جو بحث چل رہی ہے وہ جاننے کے بعد ہونی چاہیے۔لوگ پہلے اس کورس کو آکر دیکھیں اُس کے بعد کوئی رائے دیں۔مدارس کے طلبہ تیز ہوتے ہیں،اگر ان کو اچھی گائڈینس ملے تو وہ چیزوں کو بہت جلد Pick کرلیں گے۔اگر مسلم یونیورسٹی مدارس کے طلبہ کے لیے یہ کام نہ کرے گی تو اور کون کرے گا؟دوسری یونیورسٹیاں تو کریں گی نہیں''۔اس سوال کے جواب میں کہ CEPECAMI جو کانفرنس کرنے

جا رہا ہے اس بارے میں آپ کا کیا کہنا ہے؟ پروفیسر اسمر بیگ کہتے ہیں: ''غور وفکر تو نام ہی اس چیز کا ہے کہ مخالف وموافق رائیں سامنے آئیں۔ ڈبیٹ اور ڈسکشن میں کوئی خرابی نہیں ہوتی، اسلام اتنا کمزور نہیں کہ کسی کے کہنے سے ختم ہو جائے گا۔ اور اسلام پر کسی کی اجارہ داری بھی نہیں۔ سب کو حق ہے کہ اس پر اپنی رائے دیں۔ میرا کہنا ہے کہ پہلے سے کوئی رائے قائم نہ کریں، لوگ آئیں اس میں شرکت کریں۔ اصل میں کچھ لوگ پروفیسر راشد شاز کو پسند نہیں کرتے ہیں تو انہوں نے مخالفت شروع کر دی ہے۔ حالانکہ ان کے کام کو دیکھنا چاہیے۔ آج وہ برج اکیڈمی کے ڈائرکٹر ہیں کل نہیں ہوں گے''۔

پروفیسر این کے درانی: ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز:

ہمارے سوالوں کے جواب میں انہوں نے درج ذیل باتیں کہیں:

۱۔ ''مدرسہ کے طلبہ main stream میں جائیں گے، وہ اے ایم یو اور دوسری یونیورسٹیوں میں بھی گئے ہیں۔ وہ انگریزی میں مہارت حاصل کریں گے، کیونکہ معاصر لٹریچر سارا انگریزی میں ہے۔

۲۔ کانفرنس جن مسائل پر بحث کرے گی وہ مذہب کے دائرہ میں ہوگی آج کے حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے۔ علی گڑھ موومنٹ کو 138 سال ہو گئے اس کی تاریخ بتاتی ہے کہ یہ موومنٹ مذہب کے اندر رہ کر کام کرتی ہے۔

۳۔ میرے حساب سے راشد شاز صاحب کی تحریروں اور تقریروں میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اسلام کے اور دین کے خلاف ہو۔ ان کی کوششوں سے تو مسلم یونیوسٹی کو اے گریڈ کا رتبہ ملا ہے۔ اس یونیورسٹی میں اسلامی کلچر ہے، خواتین کو پوری آزادی ہے۔ برج کورس کے طلبہ بھی عصری کورسوں میں جائیں گے تو سوشل سائنسز میں یعنی سیاسیات ومعاشیات وغیرہ میں اسلامی فکر ابھر کر سامنے آئے گی''۔

پروفیسر عبدالرحیم قدوائی ڈائریکٹر اکیڈمک اسٹاف کالج:

پروفیسر عبدالرحیم قدوائی نے برج کورس یا کانفرنس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا مگر ایک اصولی بات کہی۔ انہوں نے کہا: ''اسلام میں جمود نہیں مگر تفسیر بالرائے کی شدید مذمت آئی ہے۔ ہمیں زمانہ کو بدلنے کی ضرورت ہے نہ کہ خود کو زمانہ کے مطابق ڈھالنے کی۔ تجدید وتجدد میں زمین وآسمان کا فرق ہے''۔

پروفیسر کنور محمد یوسف امین: (علم الادویہ)

پروفیسر یوسف امین سے برج کورس کے بارے میں تاثرات پوچھے گئے تو انہوں نے راست کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اصولی طور پر یہ کہا کہ: ''مدراس کا جو تعلیمی نظام یا ان کا جو نالج perception ہے وہ جامع ہے اور

یونیورسٹی نالج کا جونظام ہے وہ overall نالج کا صرف ایک حصہ ہے جس کا nature مغربی ہے۔اس میں ماورائیت کا انکار ہے۔کیونکہ مغربی نشاۃ ثانیہ ماورائیت کے انکار پر مبنی ہے۔مغربی نشاۃ ثانیہ صحیح علم کا بالکل مخالف اور opposit ہے۔لہذا یہ ضروری ہے کہ برج کورس کے طلبہ یونیورسٹی میں پڑھائے جانے والے علوم کے مضمرات سے واقف ہوں۔وہ مغربی علوم سے متاثر نہ ہوں، وہ جس تناظر کولیکرآئے ہیں اس کو محفوظ رکھیں۔اس لحاظ سے ان کے مضامین ،استدلال اور عملی چیزیں کی جانی چاہیں۔اگرایسا ہوجاتا ہے تو اس کورس کے مثبت اثرات ہوں گے۔اوراگرایسانہیں ہوتو منفی اثرات نکلیں گے''۔

ان سے پوچھا گیا کہ سیمینارامت مسلمہ کا فکری بحران کے بارے میں آپ کیا کہیں گے؟توان کا جواب کچھ یوں تھا:

''بحران فکراسلامی میں نہیں بلکہ مغربی تناظر میں بحران ہے۔اورتقریباانتہا کوپہنچ رہا ہے،آفاقی قدروں کا انکارہورہا ہے یا خاتمہ ہورہا ہے۔یہ بہت سنگین بحران ہے،غالباانسانی زندگی کا خاتمہ کردینے والالہذااس پر بات ہونی چاہیے''۔

محمد علام (منٹوسرکل میں تاریخ کے استاد)

''متحدہ اسلام کی بات کرنے میں غلط کیا ہے؟اتحاد کی بات تو سبھی علماء کرتے ہیں اب اگرکوئی شخص آگے بڑھ کراس کوعمل میں لانا چاہتا ہے تواس میں غلط کیا ہے؟میں سمجھتاہوں کہ امت مسلمہ کا فکری بحران پر CEPECAMI کی طرف سے ہونے والی کانفرنس سے خوف اصلاvested interests کو ہے۔قرآن مجید میں تبدیلی کی بات کوئی نہیں کررہا ہے،اس کی تشریحات میں مسئلہ پھنستا ہے۔تو تشریحات کا جائزہ آج کے تناظر میں کیوں نہیں لیا جاسکتا۔زندہ قومیں اپنے فکر پر نظرثانی کرتی ہیں۔جومخالفین ہیں وہ کانفرنس میں آئیں ،بات سنیں اپنی بات کہیں۔آج کی دنیا میں علم کا جواب علم ہے۔جہاں تک برج کورس کی بات ہے تو مخالفین سے میرا کہنا ہے کہ کوئی بھی تحریک راتوں رات تحریک نہیں بن جاتی۔ابھی تو جمعہ جمعہ آٹھ دن اس کورس کوشروع ہوئے ہیں۔اس کا صحیح Analysis دس سال بعد ہوسکے گا جب اِس کا پروڈکٹ سماج میں پہنچے گا۔لہذاابھی اس کومزید موقع دینا چاہیے۔میری رائے میں اس کورس کے ذریعہ ایک بہت بڑا کام ہورہا ہے''۔

پروفیسر ثمینہ خان (شعبہ انگریزی)

برج کورس اورمرکز کی کانفرنس کے بارے میں ان کے تاثرات یہ ہیں:''ا۔برج کورس ایک بڑا کام کررہا ہے۔میں نے وہاں پڑھایا اورلامدرزا کلچرل سوسائٹی کے پروگراموں میں شریک رہی۔مجھے مدارس کے ان بچوں سے ایک روحانی attachment ہوگیا تھا۔سچ تو یہ ہے کہ میں نے خودوہاں بہت کچھ سیکھا۔برج کورس میں

پڑھانا میری زندگی کا unique تجربہ تھا۔ انٹرفیتھ کے مباحثے اس کورس کو اور زیادہ بامعنی اور بامقصد بناتے ہیں۔ اور تحمل و برداشت کا رویہ طلبہ میں پیدا کرتے ہیں۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ اور جگہوں پر بھی اس تجربہ کو دہرایا جانا چاہیے۔ اور HRD منسٹری کو یہ تجویز بھیجی جانی چاہیے۔

۲۔ سیمنار کا موضوع اچھا ہے اور بروقت ہے۔ بات مذہب کی بنیادوں میں تبدیلی کی نہیں بلکہ دین کی تعبیر کی ہے جو ہر دور میں ہونی چاہیے۔ misinterpretation سے عورتوں کا استحصال ہو رہا ہے۔ Rithinking ہمیشہ ایک صحت مند ڈسکورس ہوتا ہے اور اس سے تو دین میں اور مضبوطی آتی ہے''۔

پروفیسر عفت آراء پرنسپل ویمینز کالج اور ڈاکٹر روشن آراء معلمہ شعبۂ فلسفہ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

پروفیسر اسلوب احمد انصاری کی دونوں صاحبزادیوں سے برج کورس اور سیمنار کے بارے میں جو سوالات کیے گئے ان کے جواب انہوں نے یوں دیے:

''مدرسہ پس منظر رکھنے والے طلبہ کے اندر maturity ہوتی ہے، اور انگریزی پڑھنے کے بعد اور زیادہ گہرائی آئے گی۔ بمقابلہ انگریزی اسکول کے طلبہ کے۔ راشد شاز خود بہت پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ ان کا method بہت اچھا ہے۔

اس سوال کے جواب میں کہ سینٹر فار ایجوکیشنل اینڈ کلچرل ایڈوانسمنٹ آف مسلمز آف انڈیا جو کانفرنس امت مسلمہ کے بحران پر کرنے جا رہا ہے اس کو آپ کس نظر سے دیکھتی ہیں۔؟ انہوں نے کہا:

''اس سے اسلام میں کوئی تبدیلی مقصود نہیں ہے بلکہ اسلام کے interpretation کے بارے میں بات ہوگی۔ اسلام کو ہر دور میں ایک نئے interpretation کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ کانفرنس اسی ضرورت کو پورا کرے گی۔''

ڈاکٹر شائستہ بیدار: (manuscript section) مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

برج کورس کے بارے میں ان سے سوال کیا گیا کہ اس پر آپ کا مجموعی تاثر کیا ہے تو انہوں نے کہا: ''یہ بڑا اچھا قدم ہے، میڈم کوثر فاطمہ سے میری اس بارے میں کئی بار بات ہوئی، میں اس سے بہت متاثر ہوں۔ اس اقدام سے مدرسہ بیک گراؤنڈ کے طلبہ و طالبات کا enlightenment ہوگا۔ وہ جدید دور سے واقف ہو سکیں گے۔ موجودہ دنیا کے مطالبات انگریزی اور کمپیوٹر کو جان سکیں گے۔ اور ریسرچ و تحقیق میں اپنی صلاحیتیں منوا سکیں گے۔ سینٹر فار ایجوکیشنل اینڈ کلچرل ایڈوانسمنٹ آف مسلمز آف انڈیا کی کانفرنس کے بارے میں ان کا تاثر پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ: ''یہ سیمینار وقت کی بڑی ضرورت ہے۔ میرے والد (عابد رضا بیدار) جن لائنوں پر ہمیشہ سوچتے تھے اور اس کے لیے انہوں نے بہت سے مذاکرے اور سیمینار بھی کیے۔ اب لگتا ہے کہ

راشد شاز صاحب کی قیادت میں وہ پرانا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا‘‘۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ برج کورس مدرسہ کی طالبات کے ذریعہ کیا impoverment of women ہوسکے گا۔ توانہوں نے کہا: ’’ہاں یقیناً ان کا امپاورمنٹ ہوگا۔ جب طالبات ہائرایجوکیشن میں جائیں گی تو اس سے ان کی خود اختیاری بڑھے گی۔ اس کورس کی یا کانفرنس کی جو لوگ مخالفت کررہے ہیں ان کے بارے میں محترمہ نے کہا: ’’اس کورس اور سیمینار کی وجہ سے بہت سے لوگوں کی روزی روٹی خطرہ میں پڑے گی اس لیے وہ اس کی مخالفت کریں گے۔ اور یہ فطری ہے اس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ ہمیں یہ کرنا چاہیے کہ قوم تک زیادہ سے زیادہ پہنچیں، اخبارات میں برج کورس کی تشہیر کریں۔ مدارس کے لوگوں تک پہنچیں تو لوگوں کو اس کے بارے میں پتہ چلے گا‘‘۔

اساتذہ کے تاثرات:

طلبہ وطالبات کی طرح استادوں کے لیے بھی برج کورس میں پڑھانا ایک منفرد تدریسی تجربہ تھا۔ یہاں بعض استادوں کے تاثرات پیش کیے جاتے ہیں:

’’جب میں نے طلبہ کی کلاس لینی شروع کی تو مجھے لگتا تھا کہ مدرسہ بیک گراؤنڈ کی وجہ سے یہ طلبہ اور طالبات کمپیوٹر کی معلومات کو Pick کرنے میں دیر لگائیں گے۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ وہ نہایت ذوق وشوق کے ساتھ اس کو سیکھ رہے ہیں اور بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ یہ طلبہ وطالبات بڑی صلاحیتوں کے حامل ہیں اور مستقبل میں یہ بہت کام کریں گے‘‘۔ (احمد فوزان، استاد کمپیوٹر کلاس)

’’طلبۂ برج کورس mainstream کے طلبہ سے اچھی پرفامنس دے رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندر ایک خوبی یہ ہے کہ یہ دیر تک پڑھ سکتے ہیں اس کی ان کو تربیت ہوتی ہے‘‘۔ (عقیل الرحمٰن ریاضی ٹیچر)

اس سوال کے جواب میں کہ عصری علوم کو اخذ کرنے میں اِن طلبہ کو کوئی دقت ہوتی ہے؟ برج کورس کے استاد عقیل الرحمٰن مزید کہتے ہیں کہ: ’’چونکہ ہم ان کو بہت بنیادی چیزیں پڑھاتے ہیں اس لیے ان کو اخذ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی‘‘۔ بعض لوگوں نے مدرسہ کے طلبہ کو امکانی متشدد بتایا اس کے جواب میں عقیل صاحب کہتے ہیں: ’’اس پروپیگنڈے کی کوئی حقیقت نہیں ہے جو چیزیں طلبہ کو یہاں پڑھائی جارہی ہیں ان سے تشدد کم ہوگا نہ کہ بڑھے گا‘‘۔ ان کا مجموعی تاثر یہ ہے: ’’برج کورس ایک اچھی کوشش ہے۔ اس کو true انداز میں لینا چاہیے، جن کو کچھ اختلاف ہے وہ یہاں آکر دیکھیں، بات چیت کریں ان کو بہت اچھا لگے گا‘‘۔

برج کورس کے طلبہ کو مذہب کا علم تو ہے ہی انگریزی اور دوسرے عصری علوم جان کر یہ دوسروں کے لیے ماڈل بن جائیں گے۔ مدرسہ کے فارغین کے بارے میں جو perception بنا ہوا ہے کہ یہ لوگ بس مدرسہ میں معلّمی کرتے ہیں یا مسجد میں مؤذنی وہ تصور اس سے ٹوٹے گا۔ (ڈاکٹر ساجد الاسلام استاد شعبہ انگریزی)

ان طلبہ کو برج کورس میں moral strength ملتا ہے۔ گرامر جب ان کے لیے explain کردی جاتی ہے تو یہ اس کو عربی وار دو گرامر کے ذریعہ جلدی سمجھ لیتے ہیں۔ برج کے بارے میں یہ کہوں گا کہ اس کا کام صرف اتنا ہی نہیں کہ طلبہ کو mainstream سے جوڑ دے بلکہ مین اسٹریم کے طلبہ سے ان کا ineraction بھی کروائے۔ میرا مجموعی تاثر ان طلبہ کے بارے میں یہ ہے کہ یہ مین اسٹریم طلبہ سے بھی زیادہ دل چسپی سے پڑھتے ہیں''۔ (ڈاکٹر دانش اقبال استاد شعبہ انگلش)

طالبات کے بلند عزائم: طلبہ کے مقابلہ میں طالبات کے پاس وقت اور آزادی سے کام کرنے اور آگے بڑھنے کے مواقع، خاص کر روایتی مسلم پس منظر سے آنے کے سبب، کم سے کم ہوجاتے ہیں۔ عملاً بھی 20-22 سال کی عمر میں ان کی شادی ہوجاتی ہے اور وہ دوسرے گھر چلی جاتی ہیں۔ اس دوسری زندگی کے اپنے عملی تقاضے اور مصروفیات بالکل الگ طرح کی ہوتی ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود یہ جان کر حیرت ہوئی کہ طالبات کے تحصیل علم اور زندگی میں آگے بڑھ کر کچھ کر دکھانے کے ارادے مضبوط اور عزائم بلند ہیں۔ یہاں ان کے خیالات کی چند جھلکیاں پیش کرتے ہیں:

ناہید کلیم (عمر 17) جامعہ دارالسلام عمر آباد سے فارغ ہوئی ہیں، وہ بی اے آنرز کرنا چاہتی ہیں۔ انہوں نے شاز صاحب کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان سے پورا اتفاق کرتی ہیں۔ اقبال ان کے پسندیدہ مصنف ہیں۔ مستقبل کے عزائم کے بارے میں ناہید نے بتایا: ''میں آگے چل کر ایک اچھی ٹیچر بننا چاہتی ہوں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ ہم مدرسہ کی لڑکیاں بھی یونیورسٹی کے دوسرے بچوں سے کم نہیں ہیں''۔ شگفتہ عمر اٹھارہ سال، عالمیت جامعۃ الفلاح سے کی ہے، Graduation کریں گی۔ مولانا مودودی پسندیدہ مصنف ہیں۔ انہوں نے ڈاکٹر شاز کی کتابیں پڑھی ہیں، ان سے اتفاق رکھتی ہیں۔ انہوں نے بتایا: ''راشد شاز نے 'پردہ مگر کس حد تک' جو کتاب لکھی ہے، اس کتاب میں انہوں نے عورتوں کے حقوق اور لباس کے بارے میں بالکل صحیح انداز میں بیان کیا ہے''۔ مستقبل کے بارے میں شگفتہ کہتی ہیں کہ: ''میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ میں ڈاکٹر بنوں اور ان غریب لوگوں کا علاج کروں جو کسی وجہ سے اپنا علاج نہیں کروا پاتے اور آخر کار موت کا شکار ہوجاتے ہیں۔ دوسرا آپشن ٹیچر بننے کا ہے تاکہ میں ان بچوں کو پڑھاؤں جو غریبی کی وجہ سے پڑھ نہیں پاتے ہیں تاکہ دنیا میں کوئی بھی علم سے محروم نہ رہے''۔

آسیہ خاتون (عمر 18) جامعۃ الفلاح سے عالمہ ہیں، گریجویشن کریں گی، مولانا مودودی کو زیادہ پڑھتی ہیں، پردہ کے بارے میں ڈاکٹر شاز کی رائے سے اتفاق رکھتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ عربی مدارس میں بھی انگریزی پر خاص طور پر توجہ دینی چاہیے۔ اپنے عزائم کے بارے میں آسیہ کہتی ہیں: ''برج کورس کے بعد میری خواہش یہ ہے کہ میں مستقبل میں ایک اچھی استاد بنوں تاکہ آئندہ آنے والی نسلوں کو دینی ودنیوی تعلیم سے آراستہ کرسکوں''۔

ثنا آفرین (عمر 18) جامعۃ الصالحات رامپور سے عالمہ ہیں۔ مولانا مودودی پسندیدہ مصنف ہیں۔ یہ راشد شاز سے اتفاق رکھتی ہیں، مدارس کے نصاب کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ اس میں: interfaith اور intra-faith انڈر اسٹینڈ نگ: کا اضافہ کیا جائے جس کے بارے میں مدرسہ کے بچوں کو کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ ثنا آفرین نے بھی مذاہب اور مسالک کے بارے میں ضروری معلومات برج کورس میں سیکھیں۔ مستقبل کے بارے میں ثنا کہتی ہیں: ''میں مستقبل میں ایک داعیٔ اسلام اور استاد بننا چاہتی ہوں تا کہ جو کچھ میں نے حاصل کیا ہے وہ دوسروں تک پہنچا سکوں''۔ شائستہ پروین (عمر 24) علی گڑھ کی ہیں سراج العلوم نسواں کالج علی گڑھ سے عالمیت و کامل کا کورس کیا ہے۔ B.A.Hons کرنا چاہتی ہیں۔ ان کے والدین غریب ہیں، اس لیے ان کو اندازہ ہے کہ ابھی گھر کے حالات کی وجہ سے وہ شاید آگے نہیں بڑھ پائیں گی، پھر بھی ان کے عزائم بلند ہیں۔ شائستہ کے الفاظ میں: ''میں ابھی اور آگے بڑھنا چاہتی ہوں لیکن شاید اب یہ میرے لیے ممکن نہ ہوگا۔ کیونکہ میرے والدمحترم ایک مزدور ہیں، آمدنی اتنی کم ہے جو ہمارے گھر کے لیے بھی ناکافی ہوتی ہے۔ اور آج کے دور میں پڑھائی بھی پیسے سے ہی ہے۔ شاید میرا خواب پورا نہیں ہو سکے گا۔ میرے ہی جیسے خواب بہت سے لوگوں نے دیکھے ہوں گے، میں ان کے خواب کو پورا کرنے کی کوشش کروں گی۔ میں یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اپنی محنت سے ایک ایسا ادارہ قائم کروں گی جہاں پر اعلیٰ تعلیم دی جائے گی اور میں اپنی زندگی ایسے لوگوں کے لیے صرف کر دوں گی''۔ شائستہ کو سائنس پسند ہے اور انگریزی سے دلچسپی ہے، اقبال کا مطالعہ کرتی ہیں، ڈاکٹر شاز کی کتابیں پڑھی ہیں، اور ان کے مطابق وہ ''ان سے اتفاق زیادہ کرتی ہیں اختلاف کم''۔

سعدیہ کلیم علی گڑھ کی ہیں، عمر ابھی صرف 18 سال۔ جامعہ دارالسلام عمر آباد سے تعلیم حاصل کی ہے۔ مولانا مودودی پسندیدہ مصنف ہیں، اردو میں پڑھتی ہیں، شاز صاحب کی کتابیں پڑھی ہیں، ان کے خیالات سے اتفاق کرتی ہیں، خاص کر کتاب ''پردہ مگر کس حد تک'' سے۔ سعدیہ کا کہنا ہے: ''اس کتاب میں انہوں نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں بالکل صحیح کہا ہے''۔ اپنے آئندہ کے عزائم سعدیہ نے اس آہنگ میں بتائے: ''میں چاہتی ہوں کہ آگے چل کر انگریزی میں لیکچرر بنوں اور دنیا کو دکھاؤں کہ ہم مدرسہ کی لڑکیاں بھی آگے کچھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے اندر بھی کچھ کرنے کا حوصلہ ہے اور برج کورس ہمیں اس مقام تک پہنچنے کے لیے حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔ ان شاء اللہ ہم آگے چل کر کچھ کر دکھائیں گے''۔ نوری فاطمہ (18) فراغت جامعۃ الفلاح۔ کہتی ہیں: ''برج کورس ہم لوگوں کو اس لائق بنا رہا ہے کہ ہم تعلیم کے ذریعہ دنیا میں اپنا حق لے سکیں۔ interfaith اور intra-faith انڈر اسٹینڈ نگ پروگرام کے ذریعہ ہمارے سامنے صحیح اور غلط واضح ہوا، اپنے خیالات ظاہر کرنے اور لوگوں کے خیالات کو جاننے کا سلیقہ آیا، تا کہ ہم لوگوں میں ہونے والے اختلافات کو سلجھا سکیں جن کو لے کر لوگ

آپس میں دشمنی رکھتے ہیں''۔

ترنم جہاں (19) عالمیت جامعۃ الفلاح۔ کہتی ہیں: ''راشد شاز نے عورتوں کے حقوق کو بالکل صحیح طریقہ سے واضح کیا ہے جن کو دنیا میں دبا کر رکھا جاتا ہے''۔interfaith اور intra-faith انڈراسٹینڈ نگ پروگرام سے ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ دنیا میں جو مذہبی اختلافات ہیں ان کے بارے میں ہمارے سامنے یہ واضح ہوا کہ صحیح کیا ہے غلط کیا ہے''۔ مستقبل کے عزائم کے بارے میں ترنم کہتی ہیں: ''میری بچپن سے بہت خواہش تھی کہ میں آئندہ زندگی میں انجینئر بنوں، میں انجینئر بنوں گی اور ساتھ ہی ساتھ ایک اچھی ٹیچر بھی مستقبل میں بننا چاہتی ہوں''۔فردوسی خاتون نے جامعۃ دارالسلام سے فراغت پائی ہے۔وہ B.A Hons میں جائیں گی۔انگریزی سے خاص شغف ہے ''کیونکہ آج انگریزی international زبان ہوگئی ہے، اس کے جانے بغیر کوئی کام ممکن نہیں ہے''۔فردوسی کی مستقبل کی امنگ یہ ہے: ''میرا خیال یہ ہے کہ آگے چل کر میں انگریزی کی پروفیسر بنوں اور اس زبان میں اپنے خیالات دوسروں تک پہنچاؤں، برج کورس سے پہلے میں اردو پروفیسر بننا چاہتی تھی لیکن برج کورس نے میرا خیال بدل دیا''۔

برج کورس کی بعض خاص کامیابیاں:

1- برج کورس کی ایک خاص کامیابی تو یہ ہے کہ اس کے پہلے بیچ کے متعدد طلبہ وطالبات مختلف یونیورسٹیوں میں Main Stream کورسوں میں جا چکے ہیں۔اور سرگرمی سے عصری علوم کی تحصیل کررہے ہیں۔

2- لیکن ایک اور بڑی کامیابی طلبہ کے مابین مسلکی ہم آہنگی کا فروغ ہے۔اس سلسلہ میں طلبہ کیا محسوس کرتے ہیں، اُسے ملاحظہ کریں: سرورعالم ندوی (عمر 22) پہلے بیچ کے فارغ ہیں اور اب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں انگلش لٹریچر میں B.A. Hons کررہے ہیں۔بین المسالک ہم آہنگی کے بارے میں یہ کہتے ہیں: ''اس پروگرام سے ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ شروع میں ہمارے یہاں چونکہ مختلف طرز فکر کے مدارس سے علما تشریف لائے تھے، اس لیے ہم پہلے تو ایک دوسرے کو سننے کے لیے بھی تیار نہیں تھے، اور اس وقت ہم لوگ مزاج میں ہم آہنگی کے سلسلہ میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔لیکن دھیرے دھیرے پہلے تو اس پروگرام کے ذریعہ ہم نے ایک دوسرے کو سُننا شروع کیا پھر صحت مند گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا جو آج تک اپنی منزل کی طرف گامزن ہے۔اور اب اللہ کا کرم ہے کہ آج ہم ایک ساتھ نماز بھی پڑھتے ہیں۔فرق اتنا ہے کہ ہم نے اختلافی مسائل کو بالائے طاق نہیں رکھا ہے بلکہ اس سلسلہ کو برقرار رکھتے ہوئے ایک دوسرے کو سمجھنے کا سلسلہ جاری وساری ہے''۔

شرافت حسین (عمر 22) نے ندوہ سے عالمیت کی ہے، وہ برج کورس میں ایک سال گزار کر اب Main Stream میں چلے گئے ہیں اور Communicative English میں داخلہ لے چکے ہیں۔مولانا علی

میاں ندوی، مولانا مودودی اور ابوالکلام آزاد کی تحریریں پڑھی ہیں، انگریزی سے دل چسپی رکھتے ہیں۔ پروفیسر شاز کی کتابیں پڑھی ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ ''وہ ان سے مجموعی طور پر اتفاق نہیں رکھتے''۔ برج کورس کی حصولیابی وہ یوں گناتے ہیں: ''برج کورس میں آکر ہمیں ایسا پلیٹ فارم ملا جہاں سے ہم بآسانی Mainstream میں جا سکتے ہیں۔ مختلف مسالک ومشارب کے طلبہ سے ملنا ہر ہفتہ آپس میں صحت مند ڈبیٹ کے ذریعہ ایک دوسرے کے افکار وخیالات کو قریب سے سمجھنا بغیر کسی نزاع وانتشار کے، یہ سب برج کورس کے بنیادی ماحصل ہیں۔ اسی طرح فکری شعور میں بیداری، اشیاء کو سمجھنے اور پرکھنے کا ایک تجزیاتی طریقہ بھی پوری فکری آزادی کے ساتھ سیکھنے کو ملا۔ ہم نے جو بنیادی عصری علوم حاصل کیے ہیں وہ تو ہے ہی اس کے علاوہ جو آج مسلمانوں میں اختلاف وانتشار کا بازار گرم ہے اس کو دور کرنے کی ایک بہت اہم کوشش ہے جو ہم اس Debate میں سوچتے رہے اور حل کرنے کی کوشش کرتے رہے''۔

شرافت حسین ندوی مخالفین کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ وہ برج کورس کو قریب سے جا کر دیکھیں۔ وہ کہتے ہیں: ''برج کورس سے جن حضرات کو اختلاف ہے ان کو میں زیادہ کچھ نہ کہ کر بس اتنا کہنا چاہوں گا کہ وہ صرف ایک دن ہمارے Saturday Debate میں شرکت کریں تو انہیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا''۔ عبدالرحیم (24) ندوہ سے عالمیت، برج کورس سے فارغ ہو کر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہی میں انگلش لٹریچر میں جا چکے ہیں۔ ادب اور تاریخ اسلامی سے دل چسپی ہے۔ برج کورس میں پڑھنے کے مقصد پر یوں روشنی ڈالتے ہیں: ''ندوۃ العلماء میں دوران طالب علمی ہی ارادہ تھا کہ عصری علوم حاصل کروں، جب برج کورس سامنے آیا جس سے مختلف شعبوں کے دروازے کھل رہے تھے اس سے میرے ارادوں کو مہمیز لگی اور ہمت ملی اور اسی مقصد کے تحت اس کورس کو اپنا لیا''۔

جنید احمد الہ آباد کے ہیں، جامعہ عارفیہ سید سراواں سے عالم ہیں، برج کورس میں ایک سال پورا کر کے اب BA کر رہے ہیں، انگریزی کے ساتھ اقتصادیات کی تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ برج کورس میں آنے کا محرک بنا۔ جنید نے شاز صاحب کو پڑھا ہے اور مجموعی طور پر ان کے افکار سے اتفاق نہیں کرتے، مثلاً یہ کہتے ہیں کہ ''مدارس کفر وشرک کے اڈے ہیں، میں اس میں بالکل بھی متفق نہیں ہوں''۔ ''اسی طرح حجاب کے بارے میں اپنی کتاب 'پردہ مگر کس حد تک' میں ازواج مطہرات کا جو حوالہ دیا ہے میں اس سے بھی اتفاق نہیں کرتا''۔ برج کورس کے بارے میں جنید کا کہنا ہے: ''یہ مدارس کے طلبہ کے لیے سنہرا موقع ہے، اس کے ذریعہ وہ عصری علوم کو بآسانی حاصل کر سکتے ہیں کیونکہ قرآن پاک صرف آخرت کی کامیابی کی بات نہیں کرتا ہے وہ تو ساتھ ہی ولاتنس نصیبک من الدنیا: کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ مزید یہ کہ یہاں کسی سے اختلاف کی باتیں نہیں ہوتیں بلکہ اتحاد کیسے قائم ہو یہ کرنے کی فکر کی جاتی ہے''۔

طلبہ کے ان خیالات اور Mature جذبات کا تقابل شاہد انور اور پروفیسر عرشی خان اور ان جیسے دوسرے لوگوں کی تشویشوں اور الزامات سے کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات نے قریب سے جاکر برج کورس کو دیکھنے کی زحمت نہیں کی ،ان کے ردعمل کی بنیاد زیادہ تر سنی سنائی باتیں ہیں یا پروفیسر شاز سے نظریاتی اختلاف یا ذاتی مخاصمت ۔حالانکہ نظریاتی اختلاف کے باوجود تعاون علی البر کا رویہ زیادہ بہتر اور اسلامی اسپرٹ سے کہیں زیادہ قریب تر رویہ ہوتا۔

3- برج کورس میں منعقدہ بعض اہم تقریبات کی ایک جھلک:

☆ برج کورس کے طلبہ کو سعودی یونیورسٹیوں میں تعلیم کی دعوت:

برج کورس میں منعقدہ ایک تقریب میں سعودی سفیر ڈاکٹر سعود بن محمد الساطی نے سعودی عرب کی یونیورسٹیوں میں برج کورس کے طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کی دعوت دی۔انہوں نے کہا کہ ''ان کے ملک کی حکومت چاہتی ہے کہ وہ ہندوستان کے اداروں سے مل کر اعلیٰ تعلیم کے فروغ کے لیے کام کرے''۔سعودی سفیر لا مدرزا لٹریری اینڈ کلچرل سوسائٹی کی میگزین ''المدرسہ'' کی تقریب اجراء سے خطاب کررہے تھے۔اپنے خطاب میں انہوں نے مکہ مکرمہ میں واقع مدرسہ صولتیہ کا بھی حوالہ دیا جس کو ایک ہندوستانی خاتون صولت النساء نے اب سے سوسال پہلے مکہ میں قائم کیا تھا اور جو آج بھی چل رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ ''سعودی عرب میں روایتی دینی تعلیم کا آغاز ایک ہندی خاتون صولت النساء نے کیا تھا''۔

برج کورس کے ڈائرکٹر پروفیسر راشد شاز نے کہا کہ سعودی عرب کے تعلیمی اداروں میں علی گڑھ کے لیے دروازے کھولے جانا اچھی شروعات ہے ۔عرب ممالک مغربی دنیا سے اب مشرق کی طرف آرہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ''برج کورس کا مقصد بھی یہی ہے کہ دینی مدارس کے فارغین کو عصری اور جدید علوم سے آراستہ کیا جائے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا ہے''۔اس موقع پر وائس چانسلر نے کہا کہ ''برج کورس قائم کرنے کا میرا مقصد کامیاب رہا۔ہم چاہتے ہیں کہ مدارس سے فارغ طلبہ بھی آئی اے ایس ،پی سی ایس بنیں ،جوڈیشیری میں جائیں اور آرمی کے لیے خدمات انجام دیں۔طلبہ ابھی انگریزی زبان میں مہارت حاصل کررہے ہیں،ہمیں یقین ہے کہ وہ دیگر کورسوں میں بھی کامیاب ثابت ہوں گے ۔ہم جلد ہی سائنس کی تعلیم بھی برج کورس کے طلبہ کو دیں گے''۔(روزنامہ انقلاب:22 جنوری 2015)

☆ روحانی اور عصری علوم کا اتصال:

''علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں برج کورس کا آئڈیا دراصل روحانی اور عصری علوم کے اتصال کا آئڈیا ہے۔

مادہ وروح کا متناسب امتزاج انسانی ارتقاء کے لیے کلیدی حیثیت رکھتا ہے''۔اس خیال کا اظہار سابق سفیر عشرت عزیز نے برج کورس کے طلبہ وطالبات سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ ''مادیت وروحانیت کے بارے میں غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ نہ مادہ ہی سب کچھ ہے اور نہ روحانیت ہی سب کچھ۔بلکہ دونوں میں افراط وتفریط سے پاک ایک متوازن فکر کی ضرورت ہے۔مادہ اور روحانیت دونوں کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔اور سخت محنت کے ذریعہ ہی مواقع خود بخود حاصل ہوجاتے ہیں''۔۔عشرت عزیز نے کہا کہ'' وائس چانسلر لیفٹیننٹ جنرل ضمیر الدین شاہ نے برج کورس قائم کرکے مادیت وروحانیت کے حسین امتزاج کا ایک منفرد اسٹیج فراہم کردیا ہے۔اور اس میں رنگ بھرنے اور صیقل کرنے کا کام پروفیسر راشد شاز کررہے ہیں''۔

اس موقع سے ڈائرکٹر برج کورس پروفیسر راشد شاز نے برج کورس کے طرز تدریس کا ایک ہلکا سا خاکہ پیش کیا اور کہا کہ ''مدارس کے فارغین کو یہاں صرف انگریزی کی تعلیم ہی نہیں دی جارہی ہے بلکہ پرامن بقاء باہم کی فکری غذا بھی فراہم کی جارہی ہے۔اور امت مسلمہ کے متحارب گروپوں کے اختلافات کی اصل حقیقت کے بارے میں کھلا مباحثہ اور اس کے اتحاد کی ترکیبوں پر باہمی غور وفکر بھی اس کورس کا اہم جزء ہے''۔انہوں نے بتایا کہ اس کورس میں طلبہ کو راست رجوع الی القرآن کی رغبت دلائی جاتی ہے۔اس موقع پر ڈین سوشل سائنسز پروفیسر این کے درانی نے طلبۂ برج کورس کے تعلیمی مظاہرے پر حیرت واستعجاب کا اظہار کیا اور کہا کہ ''محض دو ماہ کے عرصہ میں مدارس کے طلبہ کی انگریزی کی یہ استعداد دیکھ کر حیرت ہورہی ہے''۔انہوں نے طلبہ کے مستقبل کے لیے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا۔(عزیز الہند 29 اکتوبر:2014)

☆ اسلام میں حریت فکری:

''اسلام کے اولین عہد میں سیرت رسول اور سیر صحابہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین کے قلب ونظر پر مہیب پہرے نہیں بٹھائے ،وہ فکر وعمل کے لیے آزاد تھے،ان کے پیش نظر 'دین میں کوئی اکراہ نہیں' کی قرآنی ہدایت تھی وہیں حضورﷺ کا یہ ارشاد کہ:**انتم اعلم بامور دنیاکم** (تم اپنے دنیوی معاملات زیادہ جاننے والے ہو) بھی ان کے لیے مشعل راہ تھا۔یہی وجہ ہے کہ خندق کی کھدائی حضرت سلمان فارسی کے مشورہ پر ہوئی اور حج کے موقع پر مناسکِ حج کی ادائیگی میں لوگوں کے استفسار پر آپﷺ کی جانب سے ان کی تقدیم میں حد درجہ رعایت نیز آپﷺ کے ارشاد کے علی الرغم بعض صحابہؓ کا عصر کی نماز اول وقت میں ادا کرنا وغیرہ جیسے نمونے اس ادعا کے لیے کافی ہیں کہ اسلام میں فکر وعمل کی رعایت حد درجہ پائی جاتی ہے''۔ان خیالات کا اظہار برج کورس کے ہفتہ واری پروگرام میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے پروفیسر راشد شاز نے کیا۔انہوں نے مزید کہا کہ ''امت میں انتہا پسندی کے جذبات فروغ پارہے ہیں اور فتوؤں کے بے محابہ استعمال سے آئے دن فتنہ

وفساد رونما ہورہے ہیں۔ پڑوسی ملک پاکستان میں حریت فکر ونظر کے ایک اہم علمبردار ڈاکٹر شکیل احمد اوج کا قتل بھی اسی انتہا پسندانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے''۔اس جلسہ سے ڈاکٹر کوثر فاطمہ نے بھی حریت فکر ونظر کے موضوع پر خطاب کیا۔اور برج کورس کے طلبہ میں شرافت حسین ندوی، سرور عالم ندوی اور دوسرے طلبہ وطالبات نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔(عزیز الہند 14 ستمبر:2014)

☆ **مسالک مقدس نہیں:**

''اتحاد واتفاق کی باتیں سبھی کرتے ہیں اتحاد کی خواہش بھی ہر فرد اور ہر تحریک کے اندر ہے لیکن اس کے باوجود اختلافات اب بھی برقرار ہیں اور شدید خواہش کے باوجود امت مسلمہ کے افراد ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں''۔پروفیسر راشد شاز نے ان خیالات کا اظہار برج کورس کے طلبہ سے کیا۔انہوں نے کہا کہ'' اپنے ہی مسلک کو تقدس کا مقام عطا کرکے اس پر قائم رہنا اور یہ خواہش کرنا کہ امت میں اتفاق پیدا ہوجائے ناممکن ہے۔اس کا تجربہ ناکام ہو چکا ہے۔ہمارے بزرگ اسی فارمولے پر عامل رہے لیکن کوئی اتحاد قائم نہیں ہوسکا''۔برج کورس کے طالب علم سعید الرحمٰن ندوی نے رواداری کا فارمولہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہر مسلک کے لوگوں کو اپنے مسلک پر عمل کرتے ہوئے اپنی شناخت کو شیعہ، سنی، دیوبندی اور بریلوی کے بجائے ایک مسلمان کی حیثیت سے پیش کرنا چاہیے۔اسی سے امت مسلمہ میں اتحاد ممکن ہے''۔(انقلاب 18 نومبر 2014)

☆ **راشد شاز ایسسکو کے سفیر برائے بین الاقوامی مکالمہ:**

پروفیسر راشد شاز کو فیڈریشن آف یونیورسٹیز آف مسلم ورلڈ نے بین الاقوامی مکالمے اور افہام وتفہیم کی فضا پیدا کرنے کی خدمات کے اعتراف میں اپنا سفیر نامزد کیا۔مسلم دنیا کے اس بڑے ادارے کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر عبدالعزیز عثمان التویجری جو مہمان خصوصی کی حیثیت سے مسلم یونیورسٹی کے باسٹھویں جلسہ تقسیم اسناد میں شرکت کے لیے مراکش سے آئے تھے، نے پروفیسر شاز کو تمغۂ سفیری دیا اور تقرری کی سند دی۔ یاد رہے کہ ڈاکٹر تویجری کو مسلم یونیورسٹی نے دکتورکی اعزازی سند دی۔تویجری نے اپنے خطاب میں کہا کہ:'' انہوں نے پروفیسر شاز کی کتابیں پڑھی ہیں اور مختلف فورموں میں ان کے خطابات سننے کا موقع ملا ہے۔ایسے وقت میں جب مشرق ومغرب کی کشمکش عروج پر ہے اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام عام ہے پروفیسر شاز کے اس تقرر سے اسلام کی روشن تصویر عام کرنے میں مدد ملے گی''۔ڈاکٹر تویجری نے برج کورس اکیڈمی میں اپنی آمد پر مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ:

''یہ ایسا تعلیمی تجربہ ہے جس میں ایسسکو کا جنرل سکریٹری ہونے کی حیثیت سے میری بے پناہ دل چسپی

ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ عالم اسلامی کی دوسری یونیورسٹیاں بھی دینی اور دنیوی علوم کی الگ الگ درسگاہیں چلانے کی بجائے اس تجربہ سے استفادہ کریں۔ جہاں آج میں نے علماء وعالمات کی انگریزی میں مؤثر کن تقریریں سنی ہیں۔ طلبہ وطالبات کی تقریروں نے سچ پوچھیے تو مجھے مبہوت کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہماری جامعات برج کورس کے تجربہ سے فائدہ اٹھائیں''۔ اس موقع پر وائس چانسلر لیفٹیننٹ جنرل ضمیر الدین شاہ اور پرو وائس چانسلر بریگیڈیر سید احمد علی نے بھی اپنے خطاب میں طلبہ کی اس تیز رفتار علمی ترقی پر حیرت اور مسرت کا اظہار کیا۔ وائس چانسلر نے کہا کہ ''جب میں نے برج کورس کے قیام کا اعلان کیا تھا تو مجھے اس کی غیر معمولی کامیابی کا اندازہ نہیں تھا۔ لیکن جب اُس کا رزلٹ سو فیصدی رہا اور تمام لڑکے لڑکیاں اوپن کیٹیگری میں اپنے پسندیدہ کورسز میں داخلہ پانے میں کامیاب ہو گئے تو میرا یقین اور پختہ ہو گیا کہ مدرسہ کے طلبہ کو اگر مواقع ملیں تو وہ علمی دنیا میں غیر معمولی سرعت کے ساتھ اپنا مقام بنا سکتے ہیں''۔ (عزیز الہند 21 اکتوبر 2014)

برج کورس میں میرا علمی سفر: برج کورس میں المدرسہ لٹریری وکلچرل سوسائٹی کی جانب سے جو سالانہ طلبائی مجلّہ نکلتا ہے، اس کے پہلے شمارے میں کورس سے فارغ ہونے والے اور کچھ زیر تعلیم طلبہ وطالبات نے اپنے تاثرات تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ یہ تاثرات ان کے علمی سفر کا، ان کی امنگوں اور تمناؤں کا احاطہ کرتے ہیں اور یہ بھی بتاتے ہیں کہ اپنی تعلیم کے درمیان وہ کن کن مراحل سے گزرے۔ یہاں اُنہیں تاثرات میں بعض اقتباسات کو بہت مختصر انداز میں پیش کیا جا رہا ہے جن سے برج کورس کو اس کے سابق طلبہ وطالبات کے نقطہ ٔ نظر سے سمجھنے میں مدد ملتی ہے:

''مذاہب اور مسالک کے درمیان افہام وتفہیم: اس پروگرام کے انعقاد کا مقصد یہ ہے کہ ہم ان مسائل پر گفتگو کریں جن کے بارے میں ہم الجھن کا شکار ہیں جیسے پردہ، تقلید اور اجتہاد وغیرہ'' (عبداللہ)

''جب ہم مدرسہ میں رہتے ہیں تو ہمارے ذہن میں کچھ اختلاف رہتے ہیں جیسے مسلکی تعصب بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ ایک فرقہ کے لوگ دوسرے فرقہ والوں کی کتابیں پڑھنا گوارا نہیں کرتے۔ ہاتھ ملانا اچھا نہیں سمجھتے تھے لیکن اس کورس میں اختلاف والے ذہن کو اتحاد والے ذہن میں تبدیل کیا جاتا ہے''۔ (رزاق احمد)

''جب میں دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا تب میں سوچا کرتا تھا کہ دیوبندی حضرات ہی صحیح العقیدہ ہیں، وہ حضرات جو کہتے ہیں وہی ٹھیک اور جو کرتے ہیں وہ سر آنکھوں پر رکھنا چاہیے۔ ان کے علاوہ جتنی جماعتیں ہیں وہ شاید راہ حق کے مسافر نہیں ہیں۔ پھر میرے دل نے اس بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا کہ یہ اختلافات کیوں پائے جا رہے ہیں، جبکہ قرآن ایک ہے۔ اور آخری پیغمبر اور ان کی حدیث بھی ایک ہے''۔ (جلال الدین بر بھویا)

اس کورس میں ایک چیز جو مجھے باعث صد افتخار لگی وہ یہ کہ اس کورس نے تمام طلبہ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا، یہ ایک صحت مند ڈبیٹ کے ذریعہ ممکن ہوسکا۔ اس کورس میں پڑھنے والے سلفی، دیو بندی، ندوی اور بریلوی مختلف فکر ونظر کے طلبہ کو خوشگوار ماحول فراہم کیا گیا...... ان کے درمیان جو شدت تھی وہ ضرور کافور ہوگئی''
(جنید احمد متعلم بی اے آنرز اکانومکس سال اول اے ایم یو)

''جن لوگوں (مسلمانوں) نے ایک ہزار سال تک دنیا کو قیادت دی وہ آج حاشیہ پر ہیں، یہ سب فکری آزادی پر قدغن لگانے کی وجہ سے ہے'' (محمد نعمان ندوی)

''میں قرآن وحدیث کے ساتھ ساتھ مغربی علوم وسائنس کے ذریعہ پوری امت اسلامیہ کو ایک پلیٹ فارم پر دیکھنا چاہتا ہوں'' (محمد غزالی، متعلم بی اے آنرز سال اول)

''برج کورس میں ہم نے اپنی سوچ کو وسیع کرنا سیکھا ہے اور اپنے اندر سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی''
(مسیحہ افتخار)

''شروع میں میں سمجھ رہا تھا کہ ڈائرکٹر سر (پروفیسر شاز) ہمیں دین سے ہٹا کر دوسرے لوگوں کی طرح گمراہ کر دیں گے لیکن نہیں پتہ تھا کہ وہ حق کی تلاش کے راستہ پر ڈال دیں گے''۔ (محمد عمیر خاں)

''برج کورس کا ہفت روزہ پروگرام جس کو مذاکرۂ سبت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس نے ہماری فکر کو کافی وسعت دی'' (محمد شفیع بیگ)

''(برج کورس میں) وہ چیز ملی جسے اگر ہیرے سے بھی تشبیہ دی جائے تو کم ہے۔...... اور اسے critical thinking کے نام سے جانا جاتا ہے، جس میں سب سے اہم کردار ہمارے ڈائرکٹر صاحب کا ہے''
(ارشاد احمد B.A Hons سال اول)

''اب یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ مطالعہ صرف کتاب پڑھنے پر ہی ختم نہیں ہوجاتا بلکہ اس پر غور وفکر بھی ضروری ہے''۔ (عبد المبین بی اے سیاسیات سال اول)

''برج کورس جو کہ مرحوم سر سید احمد خاں کے خواب کی تعبیر ہے کہ ''ایک ہاتھ میں فلسفہ دوسرے ہاتھ میں سائنس اور سر پر قرآن پاک کا تاج'' اور: **اعدوا لهم ما استطعم من قوة** : اور: **فاذا قضيت الصلاة فانتشروا في الارض وابتغوا من فضل الله**: کو عملی جامہ پہنانے میں ایک مثبت قدم ہے۔ جو چیز سب سے زیادہ اہم ہے جس نے میری زندگی میں ایک نمایاں تبدیلی پیدا کی ہے وہ ہے فکری وشعوری ارتقاء، ذہنی نشو ونما، کسی چیز پر غور وفکر اور اس کو جانچنے پرکھنے کی عادت خاص طور پر Debate کے ذریعہ''۔ (محمد حصیر خاں)

''یہاں پر میں نے English Language تو پڑھی ہی ساتھ ہی مذاکرۂ سبت کے ذریعہ مدرسہ کی تعلیم

کو بھی تقویت دی، برج کورس نے ہمیں انگریزی زبان اور سماج علوم کے ساتھ غور وفکر کا پلیٹ فارم بھی فراہم کیا'' (عزیزاللہ)

''عام طور یہ دیکھا گیا ہے کہ بریلوی مکتب فکر کے حلقے اور ان کے اداروں میں یہ درس دیا جاتا ہے کہ وہ دیوبندی مکتب فکر یا جماعت اسلامی اور وہابی فکر کی کتابوں سے اجتناب کریں اور اسی طرح دیوبندی حلقہ میں بھی یہ بیماری عام ہے...... کاش برج کورس کی طرح کے تحقیقی شعور کی داغ بیل ان اداروں میں ڈالی جاتی''۔(سرور عالم بی اے انگلش سال اول)

''مگر سب سے بڑی جو تبدیلی آئی وہ تھی سوچنے اور سمجھنے کا طرز اور ہر چیز کو منفی پہلو سے نہ دیکھ کر اس کو مثبت پہلو سے دیکھنا'' (محمد آصف)

''مدارس میں ہمارا ذہن اس قدر سوچنے کی صلاحیت بھی نہیں رکھتا تھا جو ہمیں برج کورس کے ہر سینیچر کے بحث ومباحثہ سے ملا۔ یہاں سے ہمارے ایک نئے ذہن کی ابتدا ہوتی ہے کہ ہم کسی ایک چیز میں پھنس کر نہ رہ جائیں بلکہ ہمارے آگے ابھی پوری کائنات ہے جس کا مطالعہ کرنا باقی ہے'' (تمنا نشاط)

''مجھے پورا اعتراف ہے کہ یہاں آنے سے پہلے میں نے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی...... مگر نہ جانے کیوں خود کو نہیں پڑھ سکا۔ وہ عظیم نعمت جس سے انسان کو امتیاز حاصل ہے یعنی عقل، اُس کو آزادانہ طور پر استعمال نہیں کر سکا...... یہاں آنے کے بعد وہ قیمتی جوہر جو کسی وجہ سے دبا ہوا اور چھپا ہوا تھا اُسے کھولنے کا حسین موقع ملا''۔(شرافت حسین ندوی متعلم BA.Hons کمیونیکیٹو انگلش سال اول)

اعتراضات کا جائزہ: (اعتراضات اور ان کے جواب طلبہ کے تاثرات کی روشنی میں)

شاہد انور صاحب نے انتہائی شدید لب ولہجہ میں ایک مضمون لکھا ہے جو اردو اخبار صحافت کے 26 نومبر 2014 کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اور راشد شاز اور برج کورس کی مخالفت کی ہے۔ لیکن افسوس انہوں نے حقائق کا پتہ لگانے کی کوئی کوشش نہیں کی اور سنی سنائی افواہوں پر یقین کر لیا۔ انہوں نے لکھا ہے:

''یونیورسٹی یا اس کا کوئی شعبہ اگر مذہبی اکھاڑہ بازی کے لیے قائم کیا جاتا ہے، تو یہ نہ صرف ہندوستانی قوانین سے متصادم ہوگا بلکہ علی گڑھ کے ساتھ مسلم یونیورسٹی کی حیثیت عرفی کو بٹہ لگانے اور بدنام کرنے کے مترادف بھی ہوگا...... نہ صرف یہ کہ یہ شعبہ اپنے مقصد سے دور ہو کر اصل راستے سے بھٹک چکا ہے بلکہ اب فقہی اختلافات، مذہبی عقائد ونظریات، رطب ویابس...... کا ایک زبردست اکھاڑا بنا ہوا ہے...... تعلیمی ترقی کے نام پر شاید برج کورس کا یہ شعبہ مدارس کے طلبہ کے تحویل قبلہ میں اپنا سارا زور صرف کر رہا ہے......

ان الزامات کے جواب میں زیادہ کچھ نہ کہ کر بعض طلبہ کے تاثرات ہی نقل کر دینا مناسب

ہوگا۔تنویر احمد قاسمی ندوی کہتے ہیں:

''پروفیسر راشد شاز ہر چیز کو تحقیق و تجربہ کے بعد قبول کرتے ہیں۔ بہر حال کسی کی بھی ہر چیز صحیح نہیں ہوسکتی۔اس سے اختلاف ممکن ہے۔ ہمارے بعض اہل علم نے ان سے اختلاف کیا ہے، میں بھی کرتا ہوں بلکہ بعض مسائل پر تو میں نے ان سے مباحثہ بھی کیا ہے۔ بہر کیف پھر بھی ہمیں ان سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا ہے۔ برج کورس ہندوستان کے اندر پہلا تجربہ ہے۔ جو مدارس سے آئے بچوں کو اس قابل بنا رہا ہے کہ وہ انٹرنس پاس کر کے B.A میں جا سکیں۔ یونیورسٹی کے جو پروفیسر حضرات برج کورس کی مخالفت کر رہے ہیں، ان سے میرا سوال یہ ہے کہ وہ راشد شاز صاحب کی شخصیت کا بہانہ بنا کر اس کورس کو ہدف کیوں بنا رہے ہیں؟ اگر آپ کو کچھ اختلاف یا شکایت ہے تو شیخ الجامعہ سے اور براہ راست ڈاکٹر راشد شاز سے رابطہ کیوں نہیں کرتے؟ کیا آپ نے کبھی برج کورس کے طلبہ وطالبات سے ملاقات کی یا پھر برج کورس کا معائنہ کیا؟ اور اگر انہیں کیا تو آپ کو اختلاف کرنے کا کوئی حق بھی نہیں، کیا دنیا نے یونیورسٹی کے بانی سرسید کو مطعون نہیں کیا تھا؟ آپ کے اندر امت کا درد ہے تو آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں اور ہم تمام سے مل کر یہاں کے احوال وکوائف سے باخبر ہوں، آپ نے پروفیسر شاز صاحب اور برج کورس کی مخالفت کی لیکن ان کی محنت اور قربانیوں کا تذکرہ نہیں کیا۔ انہوں نے اس کورس کی تعمیر وترقی کے لیے رات دن ایک کر دیا۔'' تنویر احمد ندوی قاسمی، طالب علم برج کورس)۔

محمد ذیشان رضا مصباحی (عمر 24) فاضل الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور جو B.A آنرز کریں گے، معاشیات سے دل چسپی رکھتے ہیں، راشد شاز کو پڑھا ہے لیکن ان کے افکار سے اختلاف رکھتے ہیں،۔ ان کا کہنا ہے:

''اس کورس نے مختلف مکاتب فکر کے عالموں اور فاضلوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے براہ راست ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع فراہم کیا ہے جو دوسری جگہ ناپید ہے۔ یہ ایک عظیم کارنامہ ہے جسے رہتی دنیا تک یاد رکیا جائے گا۔ ہم پوری Bridge Course Family کے شکر گزار ہیں اور آئندہ اس میں اور بہتری کی توقع رکھتے ہیں''۔ اس سوال کے جواب میں کہ interfaith مذاکرہ سے کتنا فائدہ محسوس کیا؟ ذیشان کہتے ہیں: ''غور فکر کا فائدہ بہت حد تک محسوس کیا'' کیا یہ پروگرام جاری رہنا چاہیے؟'' جی ہاں صرف غور فکر کی حد تک نہ کہ کسی فیصلہ کی حد تک کسی مخصوص طبقہ و گروہ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنائے بغیر''۔ شاہد انور صاحب نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ: ''اگر یہ طلبہ مستقبل میں ناکام رہے اور جن کورسوں میں داخلہ لینے کے لیے برج کورس کو انہوں نے اپنے لیے ترقی کا زینہ سمجھا تھا ان کورسوں میں ان کا داخلہ نہ ہوسکا تو یقیناً اس کا جواب دہ راشد شاز کو ہونا پڑے گا''۔ تاہم اس اعتراض کا بہترین جواب وہ متعدد طلبہ وطالبات ہیں جو خود مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں mainstream کورسوں میں داخلہ لے چکے ہیں یا جامعہ ہمدرد، جامعہ ملیہ اسلامیہ اور جے این یو وغیرہ میں داخلہ لے چکے

ہیں اور جانفشانی سے عصری علوم کو حاصل کر رہے ہیں۔خود مسلم یونیورسٹی میں پڑھنے والے چند طلبہ یہ ہیں جن سے ہم نے بات کی ہے اوران کے تاثرات گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں: جنید احمد اللہ آباد کے ہیں، جامعہ عارفیہ سید سراواں سے عالم ہیں، برج کورس میں ایک سال پورا کرکے اب B.A کررہے ہیں، انگریزی کے ساتھ اقتصادیات کی تعلیم حاصل کرنے کا جذبہ برج کورس میں آنے کا محرک بنا۔ شرافت حسین (عمر 22) نے ندوہ سے عالمیت کی ہے، وہ برج کورس میں ایک سال گزار کر اب Main Stream میں چلے گئے ہیں اور Communicative English میں داخلہ لے چکے ہیں۔ سرور عالم ندوی (22) پہلے بیچ کے فارغ ہیں اوراب مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں انگلش لٹریچر میں B.A Hons کررہے ہیں۔ عبدالرحیم (24) ندوہ سے عالمیت، برج کورس سے فارغ ہوکر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ہی میں انگلش لٹریچر میں جاچکے ہیں۔ ادب اور تاریخ اسلامی سے دل چسپی ہے۔

طالب علم عبدالرحیم اب اے ایم یو سے ہی بے اے کررہے ہیں، برج کورس سے کیا حاصل کیا؟ اس سوال کے جواب میں یہ لکھتے ہیں: ''برج کورس میں جو کچھ میں نے حاصل کیا وہ میرے لیے بہت قیمتی ہے اوراس کی ایک انقلابی حیثیت ہے جسے میں کبھی فراموش نہیں کرسکتا، ایک طرف جہاں میں اس کورس کے ذریعہ Litrature English میں داخلہ لینے کا مجاز ہوا تو دوسری طرف مجھے اس کورس کے دوران طالبِ علمی saturday debate اور interfaith کے ذریعہ سوچنے سمجھنے، پرکھنے کا ایک نیا تجربہ ہوا اور مختلف قسم کے لوگوں سے ہمکلامی کا موقع ملا۔ برج کورس نے ہمیں جو لائحۂ عمل دیا ہے وہ ہم سب کے لیے یقیناً مستقبل میں مشعل راہ ثابت ہوگا''۔

ایک اور طالب علم یوں کہتے ہیں:

''برج کورس سے مختلف مکاتب فکر اوران کے ماننے والوں کے درمیان ربط باہمی اور افہام وتفہیم کے راستے ہموار ہوئے ابتدا میں ہم ایک دوسرے سے ملنے، بات کرنے نیز آپسی صحبت سے گریز کرتے تھے چونکہ ہمارے اذہان وقلوب میں یہ بات گھر چکی تھی کہ اصل حاملینِ لواء اسلام ہم ہی ہیں اور ہم جس مکتب فکر کے پروردہ ہیں وہی اصل اسلام کے ماننے والے ہیں۔ سلفی قاسمی بریلوی اور مختلف النوع کی دیواریں جو ایک ہی اسلام کے ماننے والوں نے آپسی مسلکی انانیت کو مدنظر رکھتے ہوئے تعمیر کر رکھی تھیں وہ گریں۔ برج کورس چونکہ صرف فارغین مدارس کے لیے ہے اس میں کسی طرح کے مسلکی امتیاز کو جگہ نہیں دی گئی ہے نیز یہاں آپس میں ایک دوسرے سے مل جل اور ایک دوسرے کو قبول کرنے کے لیے تیار کیا ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ برج کورس کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔'' عتیق الرحمٰن فارغ جامعہ سلفیہ بنارس)۔

طلبہ کی طرح طالبات بھی بڑی جانفشانی سے اس کورس کا حصہ بنی ہوئی ہیں اوران کے عزائم بھی بلند ہیں۔ ایک طالبہ نے اپنا تاثر اور اپنا مستقبل کا ارادہ کچھ یوں بتایا:

''میں ان شاء اللہ ایک اچھی وکیل بنوں گی تا کہ اچھی وکیل بن کر معاشرہ کی خدمت کروں اور قصورواروں کو انصاف دلاؤں، لوگ ہمیں یہ نہ سمجھیں کہ مدرسہ کی لڑکیوں میں اس طرح کا حوصلہ اور جنون نہیں۔ نہیں ہم میں حوصلہ بھی ہے جنون بھی اور برج کورس ہمیں وہاں تک پہنچنے میں مدد کر رہا ہے۔'' عفاف بنت مولانا محمد اسماعیل فلاحی، (فارغ جامعۃ الفلاح، اعظم گڑھ)

وائس چانسلر کی بلند توقعات:

خود وائس چانسلر لیفٹیننٹ جنرل جناب ضمیر الدین شاہ کو اس کورس سے بے حد دلچسپی ہے اور وہ اس کی رفتار کار سے مطمئن ہیں جس کا اظہار انہوں نے اپنے ایک خطاب میں یوں کیا:

''جب میں نے برج کورس کے قیام کا اعلان کیا تھا تو مجھے اس کی غیر معمولی کامیابی کا اندازہ نہیں تھا۔لیکن جب اُس کا رزلٹ سو فیصدی رہا اور تمام لڑکے لڑکیاں اوپن کیٹیگری میں اپنے پسندیدہ کورسز میں داخلہ پانے میں کامیاب ہو گئے تو میرا یقین اور پختہ ہو گیا کہ مدرسہ کے طلبہ کو اگر مواقع ملیں تو وہ علمی دنیا میں غیر معمولی سرعت کے ساتھ اپنا مقام بنا سکتے ہیں''۔ وائس چانسلر طلبہ برج کورس اور ان کے مستقبل سے بہت پر امید ہیں انہوں نے ایک اور پروگرام میں کہا: ''برج کورس قائم کرنے کا میرا مقصد کامیاب رہا۔ ہم چاہتے ہیں کہ مدارس سے فارغ طلبہ بھی آئی اے ایس، پی سی ایس بنیں، عدلیہ میں جائیں اور آرمی کے لیے خدمات انجام دیں۔ طلبہ ابھی انگریزی زبان میں مہارت حاصل کر رہے ہیں، ہمیں یقین ہے کہ وہ دیگر کورسوں میں بھی کامیاب ثابت ہوں گے۔ ہم جلد ہی سائنس کی تعلیم بھی برج کورس کے طلبہ کو دیں گے''۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ: ''جو طلبہ قرآن پاک کو حفظ کر لیتے ہیں وہ کسی بھی علم میں بہت آگے جا سکتے ہیں''۔

مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی:

اکابر علما و مشاہیر میں دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم اور مؤقر عربی مجلّہ البعث الاسلامی کے مدیر مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی نے بھی طلبہ مدارس کے برج کورس کے ذریعہ عصری علوم کے حصول پر اور علمی ترقی کرنے پر خوشی کا اور طلبہ و طالبات کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کیا ہے۔ (المدرسہ میگزین، لا مدرزا لٹریری اینڈ کلچرل سوسائٹی برج کورس)

نئے تعلیمی سیشن 16-2015 میں برج کورس کا یہ تیسرا بیچ ہوگا۔ اب تک دو سال کامیابی کے ساتھ مکمل ہو چکے ہیں۔ اس سال برج اکیڈمی کے اعلان کے مطابق طلبہ کی مطلوبہ تعداد بڑھا کر ستر 70 کر دی گئی ہے۔ اس میں ملک کے ہر خطہ اور ہر مکتب فکر سے نمائندگی کی کوشش کی جا رہی ہے۔ چنانچہ برج کورس کے دروازے

کیرالہ، تامل ناڈو، کشمیر، جنوبی ہند، مہاراشٹرا، آسام، بنگال کے مدارس کے فارغین چاہے ان کا تعلق اہل حدیث ،سنی ،بوہرہ ،دیوبندی ،بریلوی کسی بھی مکتب فکر سے ہو۔کسی بھی مدرسہ سے عالمیت یا فضیلت کی سند جو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے منظور شدہ ہو یا کسی ریاستی بورڈ سے ملحق و منظور شدہ ہو کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ بہر حال برج کورس مسلم یونیورسٹی کا ایک انقلابی قدم ہے۔ اور اگر خود یونیورسٹی کے علماء و دانشوران مخالفت کی بجائے اس میں مزید اصلاح اور بہتری کی تجاویز لے کر سامنے آئیں، وہ اس کو بچشم خود جا کر دیکھیں اور طلبہ و طالبات سے ملاقات کریں تو ان کی غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔ ساتھ ہی علما و اہل مدارس اس کا استقبال کریں۔ طلبہ مدارس زیادہ سے زیادہ تعداد میں اس سے استفادہ کریں تو مسلمانان ہند کے لیے علی گڑھ سے ایک نئی صبح طلوع ہو سکتی ہے۔

برج کورس اور کانفرنس مخالفتوں کے طوفان سے گزرتے ہوئے:

ہر نئی تحریک اور اقدام کی طرح برج کورس کو بھی طرح طرح کی مخالفتوں، ذہنی اذیتوں اور پروپیگنڈے سے پہنچائی جانے والی تکلیفوں سے گزرنا پڑا ہے اور ابھی بھی اُس کو مخالفین کے رکیک حملوں کا سامنا ہے۔ اس معاملہ میں سب سے زیادہ چوٹ پروفیسر راشد شاز کو پہنچائی جا رہی ہے جن کی ذات کو ہدف تنقید اور طعن و تشنیع اور بے بنیاد الزامات اور اتہامات کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ ذیل کی سطروں سے مخالفتوں کے اس طوفان کا کسی حد تک اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۔ حال ہی میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز اور تھیولوجی ڈپارٹمنٹ (سنی) کے کئی اساتذہ نے وائس چانسلر صاحب کو میمورنڈم دیا ہے کہ یہ کانفرنس نہ ہونے دیں۔ ان حضرات کے لیے زیادہ بہتر اور شایان شان موقف یہ تھا کہ یہ کانفرنس میں شریک ہوتے اور شکایتوں کے بجائے اپنے خیالات کا اظہار مدلل طریقہ پر کرتے۔

۲۔ میرٹھ کے مولوی قاضی زین الساجدین نے وائس چانسلر صاحب کو خط لکھ کر پروفیسر راشد شاز پر بے بنیاد الزامات لگائے اور ثبوت میں بعض اخباری تراشے پیش کیے جن میں انہوں نے دانستہ تحریف اور کتر بیونت کی تھی۔ جن کا جواب شاز صاحب نے دیا۔

۳۔ علی گڑھ کے ایک صاحب مرتضیٰ حسین بلگرامی نے پست ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاز صاحب کو سعودی عرب کا ایجنٹ قرار دیا۔

۴۔ علی گڑھ میں ایک مدرسہ چلانے والے مولوی محمد طارق ایوبی نے پروفیسر شاز کے خلاف افواہوں پر مبنی ایک متعصّبانہ مضمون لکھا۔ جس کا جواب معروف عالم دین مولانا کبیر الدین فاراں مظاہری نے دیا۔

۵۔ مولوی طارق ایوبی کے مدرسہ کے ایک استاد مولوی فرید الحبیب ندوی نے بھی ایک رکیک مضمون لکھا جس میں بے بنیاد الزامات دہرائے گئے تھے۔

۶۔ ایک غیر معروف شخص نے محمد شاہد انور کے نام سے اردو اخبار صحافت میں پروفیسر شاز کے خلاف ایک لمبا چوڑا مضمون لکھا۔ ان کے اٹھائے گئے اعتراضات کا جواب طلبہ بُرج کورس نے دیا ہے جو طلبہ کے تاثرات میں گزر چکا ہے۔

۷۔ ڈاکٹر عرشی خان نے یونیورسٹی کی اکیڈمک کونسل کے نام اپنے خط میں مدارس کے طلبہ کو امکانی دہشت گرد قرار دیا، جس کے جواب میں برج کورس کے طلبہ نے وائس چانسلر کو ایک میمورنڈم دے کر اپنا احتجاج درج کرایا۔

۸۔ برج کورس کے طلبہ بڑی محنت کر رہے ہیں لیکن یونیورسٹی میں موجود ایک لابی نے ان کے لیے ٹیکنیکل مسائل کھڑے کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ چنانچہ اس Deep State نے طلبہ کو internal بنانے پر رکاوٹیں پیدا کیں تو برج کورس کے پہلے بیچ نے وائس چانسلر صاحب کو میمورنڈم دیا اور خاصی جدوجہد کے بعد ان کو انٹرنل مان لیا گیا۔

۹۔ شعبہ تاریخ کے صدر پروفیسر عرفان حبیب اور ان کے شاگردوں کی جانب سے برج کورس اور پروفیسر شاز کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا تو اس کا ایک جامع اقدامی اور علمی جواب پروفیسر شاز نے ایک پریس نوٹ کے ذریعہ دیا، جس کے بعد عرفانی ٹولہ کی جانب سے اعتراضات کی مہم کمزور پڑ گئی۔

تجاویز و مشورے:

۱۔ مدارس کے طلبہ کا معاشی بیک گراؤنڈ عام طور پر کمزور رہتا ہے۔ بعض طلبہ و طالبات نے اس چیز کا اظہار بھی کیا کہ وہ آگے تو پڑھنا چاہتے ہیں مگر اپنے معاشی حالات سے مجبور ہیں اور شاید اب مزید نہ پڑھ پائیں۔ ایسے طلبہ و طالبات کے لیے اہل خیر حضرات کو آگے بڑھ کر اپنا مالی تعاون پیش کرنا چاہیے جس سے ان طلبہ کے لیے معقول اسکالرشپ کا انتظام کیا جا سکے۔ یونیورسٹی کو بھی اپنے نظام میں ان طلبہ کے لیے اسکالرشپ کا نظم کرنا چاہیے۔

۲۔ برج کورس کے اس تجربہ کو ملک گیر سطح پر متعارف کروانے کی ضرورت ہے کیونکہ مدارس کے فارغین بہت ہوتے ہیں اور علی گڑھ کے برج کورس میں سیٹیں محدود تعداد میں ہی دستیاب ہیں۔

۳۔ برج کورس کو دو سال کا کر دیا جائے اور اس میں سائنس اسٹریم کو بھی جلد از جلد متعارف کروایا جائے۔

۴۔ برج کورس اور مرکز برائے فروغ تعلیم وثقافت مسلمانان ہند کے متعلق غلط فہمی رکھنے والے افراد کو وقتاً فوقتاً برج کورس اکیڈمی اور مرکز کا بالمشافہ معاینہ کرنے کی دعوت دی جائے

۵۔ ملک کی تمام ریاستوں اور تمام مسالک و مکاتب فکر کے مدارس کے طلبہ کی نمائندگی یقینی بنائی جائے۔

۶۔ مدارس کی فارغات کے لیے برج کورس میں نشستیں مخصوص کی جائیں

۷۔ برج کورس کا مقصد صرف مدارس کے طلبہ کو mainstream کے لائق بنا دینا نہیں ہے بلکہ یہ بھی اس

کے مقاصد میں داخل ہے کہ یہاں سے نکلنے والے علما فکری اعتبار سے بلند، غیر متعصب اور آفاقی اسلام کے داعی ونمائندے ہوں، اس لیے ضروری ہے کہ مذاکرۂ سبت جیسے پروگرام لازمی طور پر رکھے جائیں۔

۸۔ برج کورس کے طلبہ کو ابھی جو ڈگری دی جارہی ہے وہ سینئر سیکنڈری کی ہے، مناسب ہوگا اسے دو سال کا کرکے ان کو BA کے مساوی ڈگری دی جائے۔

۹۔ برج کورس کا اپنا ایک وسیع وعریض کیمپس ہو جہاں لائبریری، کھیل کا میدان اور دیگر تمام سہولیات موجود ہوں

۱۰۔ برج کورس کے طلبہ وطالبات کے تعلیمی ٹورس بڑے مدارس دینیہ، اہم تحقیقی اداروں، بڑی لائبریریوں اور یونیورسٹیوں کے رکھے جائیں۔

حواشی وحوالہ جات:

(۱) کتب سیرت بیان کرتی ہیں کہ آپؐ کی صاحب زادی حضرت زینبؓ کا نکاح ابوالعاص سے ہوا تھا جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ زینبؓ اپنے شوہر سے بے انتہا محبت کرتی تھیں مگر اختلاف مذہب نے نتیجتاً دونوں کو الگ کر دیا۔ تاہم دونوں میں سے کسی نے بھی دوسری شادی نہیں کی۔ جنگ خندق کے چند مہینوں بعد آپ ﷺ نے شمال سے آنے والے ایک تجارتی قریشی قافلہ کو روکنے کے لیے مہم روانہ کی۔ اس دستہ نے قافلہ کے سامان پر قبضہ کرلیا اور بیشتر افراد کو قید کرلیا، کچھ بھاگ نکلے جن میں ابوالعاصؓ بھی تھے جنہوں نے مدینہ آکر رات کی خاموشی میں اپنی بیوی کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ زینبؓ نے انہیں اندر آنے دیا۔ صبح کا وقت ہوا، زینبؓ معمول کے مطابق نماز کے لیے مسجد گئیں، تکبیر تحریمہ کہی گئی تو زینب نے اس چھوٹے سے وقفہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا ''اے لوگو! میں ربیع کے بیٹے ابوالعاص کو پناہ دیتی ہوں'' جب نماز ختم ہوگئی، تو آپؐ نے جنہیں ابوالعاص کے آنے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا، صحابہؓ سے تصدیق چاہی کہ کیا انہوں نے بھی یہ اعلان سنا۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ پناہ دی جاچکی ہے۔ خواہ میری بیٹی کی طرف سے ہو یا کسی عام مسلمان کی جانب سے، اس کا احترام ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو: Seyd Hamid Muhsin ,Follow me God Will Love you Second Edition2012 65,1st street SRK Garden Jaiyanagar East BangloreP:192-193)

(۲) دور حریۃالرای فی الوحدۃ الفکریۃ للمسلمین، عبدالمجید النجار، المعہد العالمی للفکر الاسلامی، الطبعۃ الثانیہ 1425ھ 2005 ہیرندن ورجینیا، امریکہ Grove555 ص۱۲)

(۳) نہج السعادۃ ج۱ 1981 بحوالہ دور حریۃ الرائے صفحہ۲۱

(۴) ایضا، ص۹)

(۵) مصنف عبدالرزاق ط۲ بیروت المکتب الاسلامی 1404ھ

(۶) دور حریۃالرای فی الوحدۃ الفکریۃ للمسلمین، عبدالمجید النجار، المعہد العالمی للفکر الاسلامی، الطبعۃ الثانیہ 1425ھ 2005 ہیرندن ورجینیا امریکہ Grove555 ص۱۲)

(۷) ایضا ص۹)

(۸) البدایہ والنہایہ، ج۷، ص۱۴۱)

(۹) دیکھیں سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ، علامہ البانیؒ، المکتب الاسلامی بیروت، ج۱)

(۱۰) امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: اذاجاء عن النبی ﷺ فعلی الراس والعین (احیاء العلوم للغزالی 1/79)(جب نبی ﷺ کا کوئی قول آجائے تو سر آنکھوں پر)امام دار الہجرت مالکؒ نے فرمایا: مامن احد الایوخذ من قوله ویترک الاصاحب هذاالقبر واشار الی قبر النبی ﷺ(اس قبر والے(نبی ﷺ) کو چھوڑ کوئی بھی ایسا نہیں جس کے کسی قول کو لیا نہ جائے اور کسی کو چھوڑا نہ جائے) حجۃ اللہ البالغۃ 1/157 امام شافعیؒ کا قول ہے: کل ماقلت وکان قول رسول الله ﷺ خلاف قولی ممایصح فحدیث النبی ﷺ اولی ولاتقلدونی اگر میرے کسی قول کے خلاف صحیح حدیث نبوی آجائے تو اسی کو لینا اولی ہے اور میری تقلید نہ کرنا (ایضا)امام احمدؒ سے منقول ہے: لاتکتبواعنی شیئاولاتقلدونی ولاتقلدوافلاناوفلانا، وخذوامن حیث اخذوا (نہ مجھ سے کچھ لکھو، نہ فلاں وفلاں وفلاں کی تقلید کرو، بلکہ وہیں سے لو جہاں سے انہوں نے لیا ہے)(ابن القیمؒ ،اعلام الموقعین عن رب العالمین 2/201

(۱۱) تراجم ستة من فقهاء العالم الاسلامی من القرن الرابع عشر عبدالفتاح ابوغدہؒ دار البشائر بیروت

(۱۲) رشید منور جہاں (1985) قدیم اسلامی مدارس، لاہور پاکستان)

(۱۳) دیکھیے :ڈاکٹر مظفر عالم کا مضمون بعنوان: Madrasas:comtemporary relevance کتاب: Education of Muslims edited by J.S Rajput,Noble Education Foundation, New Delhi ,published by : Shipra Publication new Delhi,2014, ص 185

(۱۴) ایضاص186

(۱۵) ایضا page:189

(۱۶) راشد شاز، کتاب العروج ملی پبلیکیشن ملی ٹائمز بلڈنگ، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر نئی دہلی اشاعت ۲۰۱۲ص 226)

(۱۷) (کتاب العروج ص227)

(۱۸) عبدالرشید اگوان: Islam in 21st Century,the dynamics of change and future-making
Gloriords Publications N-32 (A) Flat,No 6,Abul Fazl Enclave-1 New Delhi صفحہ:345

(۱۹) کتاب العروج ص14

Center for Promotion of Educational and Cultural Advancement of Muslims in India
Aligarh Muslim University, Aligarh

Center for Promotion of Educational and Cultural Advancement of Muslims in India
Aligarh Muslim University, Aligarh